THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, June 09, 2011
(71st Session)
Volume IV No. 05
(Nos. 1-16)

<u>CONTENTS</u>

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran ………………………...................................	1
2.	Presentation of Report of the Special Committee ……………………………	2
3.	Discussion on the appointment of the Leader of the Opposition……	7-33
4.	Discussion on the Finance Bill 2011-2012……………………………………	34-46

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.
Volume: IV SP. IV (05)/2011
No.05 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, June 09, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty four minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا
﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ
كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا
فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا
تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ: رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اگر ان سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمہیں کترانا ہو، اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو انہیں نرم جواب دے دو۔ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لئے

چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے
بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل (آیات 26 تا 30)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Bokhari *Sahib,* please move Item No. 2.

Presentation of Report of the Special Committee

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): Mr. Chairman, I am the Convenor of the Special Committee constituted by the House to look into the appointments made in various Ministries/Divisions and Organizations, to present an interim report of the Committee on the process of appointments made in NADRA during the years 2007–2010.

Mr. Chairman: Report stands presented. Yes, Mashhadi *sahib.*

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Mr. Chairman, yesterday a gruesome event took place in Karachi which has shocked the sanctities of the whole of the people of Pakistan. An unarmed boy, whether he is guilty or not, it is not under discussion, an unarmed boy who was clearly no threat to any law enforcing agencies in fact two rangers personnel are standing very closely just one arm away from him and another one, the shooter has shot him down in cold blood. While watching this incident luckily it was recorded on a camera and our dedicated press, our brave media persons have shown the clipping of this on the Pakistan Television independent network and in the newspapers today. The same thing happened in Quetta when Chechnyan women and men were gruesomely murdered by FC personnel.

Sir, my point is that this type of murder, this type of extra judicial killings are illegal. They must not be permitted and this type of behavior by the law enforcing agencies can not be condoned. This requires the honourable Minister for Interior, I request you, sir, that you order him to come to this House and give his clear cut statement as to what action is being taken against them. These are paramilitary forces. Paramilitary forces run in line with the defense forces of Pakistan and the Rules and Regulations even under section 55 of the Pakistan Act is very clear. Disciplinary action has to be taken immediately. These people are to be given the most serious punishments immediately and the Pakistani nation must be told about such issues and this type of extra judicial killings must be stopped. Thank you very much, Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: جی میاں صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! شکریہ، میں بھی مشہدی صاحب کی آواز کے ساتھ آواز ملانا چاہتا ہوں اور آپ کے توسط سے یہ چاہوں گا کہ وزیر داخلہ صاحب، گو کہ وہ اس وقت کراچی میں ہیں کل وہ ہاؤس میں موجود ہوں اور اس واقعے کے بارے میں ہاؤس کو اعتماد میں لیں۔ جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ یہ بات ہم نے پہلے بھی بہت دفعہ اٹھائی تھی جب ہم اپوزیشن میں تھے اور جب حکومت میں آئے کہ اگر آپ ایک جگہ پر اور خاص طور پر میں یہاں صوبہ بلوچستان کی بات کروں گا کہ بلوچستان کے اندر جس طرح ایف سی کو کھلی چھٹی دی گئی اس کا logical fall out ہونا تھا۔ ایف سی کی حرکات جو صوبہ بلوچستان میں رہیں، جس میں مظلوم بلوچوں کو law and order کے نام پر بے دردی کے ساتھ مارا گیا۔ آج اسی کا reflection ہم کراچی میں رینجر کی اس کارروائی میں دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو یہ بات بھی یاد ہوگی کہ جب ہم اپوزیشن میں تھے تو اس سے تھوڑا کم نوعیت کا ایک واقعہ آمر مشرف کے دور میں آیا تھا، جب کراچی کے شہری کو، پاکستان کے شہری کو زمین پر لٹا کر رینجر کے سپاہی نے بوٹ رکھا ہوا تھا۔ اس کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ ہم نے اس کو اس وقت بھی condemn کیا تھا

اور آج جب ہماری اپنی حکومت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس چیز کا نوٹس لینا چاہیے۔ خاص طور پر وزیر اعظم کو اس بات کا نوٹس لینا چاہیے۔

جناب چیئرمین: میر لشکری رئیسانی صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں طاہر مشہدی صاحب کی بات کی تائید کرتے ہوئے اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے بہت عرصے سے بلوچستان کے لوگ متواتر شکایت اور احتجاج کرتے ہیں کہ ایف سی کے اہلکار ہمارے بچوں کو اغوا کرنے کے بعد، کچھ عرصہ اپنے پاس رکھتے ہیں اور پھر ٹارچر کرنے کے بعد ان کی گلی سڑی لاشیں شہروں میں پھینک جاتے ہیں۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی، نہ اس ہاؤس نے مکمل طور پر کوئی سٹینڈ لیا، نہ ہماری حکومتوں نے سٹینڈ لیا مجھے اپنی حکومتوں پر ترس آتا ہے۔ اس کے بعد ایف سی کے اہلکار اتنا آگے بڑھے، ان کے حوصلے اتنے بڑھے کہ وہ ہٹلر کی فورسز کی طرح انہوں نے چیچن کو کھل کر قتل کیا۔ وہاں پر پولیس اہلکاروں کو تو suspend کیا گیا یا ان کی transfer کی گئی ایف سی جو مکمل طور پر جو اس ویڈیو میں نظر آتی ہے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ صوبائی حکومت نے بار بار کہا ہے کہ ایف سی ان کے کنٹرول میں نہیں ہے مگر ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے بھی اس پر کوئی بات نہیں کی۔ آج کے اخبارات میں، آج کے چینلز پر جو کچھ دکھا رہے ہیں، ایک نہتے شہری جو ایف سی کے اہلکاروں سے request کر رہا تھا کہ اس پر تشدد نہ کریں۔ باقاعدہ گولی بھی نظر آتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ رہے ہیں اور اس شخص کو قتل کیا جاتا ہے۔ ہم ایک institution کو بچائیں یا چند اشخاص کو بچائیں اور ملک کو بدنام کریں یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رحمٰن ملک کو یہاں پر بلائیں اور ان سے یہ وعدہ لیں کہ ان ایف سی اہلکاروں کے خلاف باقاعدہ کارروائی کی جائے گی اور پاکستان کے نہتے مظلوم لوگ اس بات کو دیکھیں گے کہ آج کی حکومت عوام کی حکومت ہے کسی اور کی سرپرستی میں نہیں چل رہی۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی سواتی صاحب۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! میرے خیال میں جن حقائق کی ترجمانی مشہدی صاحب نے، رضا ربانی صاحب نے اور لشکری صاحب نے اس وقت کی ہے وہ ہم سب کے لیے غور طلب ہے کہ ملک کو کس ڈگر پر لے جایا جا رہا ہے۔ کیا rule of law نام کی کوئی چیز ہے وہ اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وردی میں بیٹھے ہوئے لوگ، disciplined لوگ اپنے اوپر قانون لاگو

نہیں کریں گے۔ جب پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ، پارلیمنٹ سے اوپر بیٹھے ہوئے لوگ اپنے اوپر قانون لاگو نہیں کریں۔ میرے خیال میں یہ سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے، ہمیں کوشش کرکے اپنی روش کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ پاکستان کے مستقبل کا معاملہ ہے، پاکستان کی قومی اور ملی واحدت کا معاملہ ہے کہ اگر ہم ایسے واقعات کو، صحافی ایسے واقعات کو سامنے لے کر آرہے ہیں تو کم از کم اس کا تدارک ہونا چاہیے۔ ہمیں ملک کو بتانا ہے، قوم کو بتانا ہے کہ یہ ملک کس طرف جا رہا ہے۔ اس کو تباہی کے گڑھے میں لے جانے کی بجائے اس کو روکنا چاہیے۔

(اس موقع پر مسلم لیگ (ن) اور مسلم لیگ (ق) ہم خیال گروپ کے ارکان ایوان میں تشریف لائے)

جناب چیئرمین: جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی افسوس ناک واقعہ ہوا ہے اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اسی طرح ہم نے خروٹ آباد واقعہ کی مذمت کی تھی اگر ان ایف سی اہلکاروں کے خلاف کارروائی ہو جاتی تو آج جو کراچی میں واقعہ ہوا ہے، ایک نہتے نوجوان کو مارا گیا وہ نہ مارا جاتا۔ ایف سی کے اہلکاروں کو ٹریبونل کے آرڈر کے باوجود نہ ان کو معطل کیا گیا نہ گرفتار کیا، نہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ بلوچستان میں روزانہ لاشیں مل رہی ہیں اگر ان کو نہ روکا گیا تو وہاں پر نفرتیں مزید بڑھیں گی۔ بلوچستان پہلے ہی آتش فشاں بنا ہوا ہے۔ ہمیں فوری طور پر چاہیے کہ اپنے ہاؤس کو in order کریں، اپنی law enforcement agencies کو بتائیں کہ law کو کیسے follow کرنا ہے اگر وہ اس قسم کے واقعات کریں گے۔ ایک طرف کچھ دن پہلے کراچی KESC کی PMTs کو اڑایا جا رہا تھا، پورے شہر کی lights بند کی جا رہی تھی اس وقت رینجرز خاموش تماشائی تھی۔ آج ایک نہتے نوجوان جو ایک صحافی کا بھائی تھا، ایک نجی ٹیلی ویژن کے صحافی کے بھائی کو عوام کے سامنے ماورائے عدالت قتل کیا گیا ہے اس کی ہم شدید مذمت کرتے ہیں اور میں یہ بات بالکل endorse کرتا ہوں کہ ہاؤس کو اعتماد میں لیا جائے تاکہ پاکستانی قوم کو اعتماد ہو سکے کہ ان کے نمائندے ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

Mr. Chairman: Senator Rehana Yahya Baloch *sahib*.

Senator Rehana Yahya Baloch: Thank you very much, sir. A lot has been said about this incidence but I would like to bring to your notice that one of the ladies who was murdered, was

07 months old pregnant and the sympathetic version is that when the police came and they were trying to recover the bodies, اس کی video کسی بچے نے اپنے mobile phone سے بنائی اور اس میں دکھاتے ہیں کہ the policeman takes out a gold chain from her neck and puts it in his pocket. So, this is a very shameful act and I also want to say that their hands and legs were tied with ropes. اس کو بھی probe کیا جائے کہ why were they tied up? Thank you, sir.

جناب چیئرمین: جی مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ اس وقت جو مسئلہ ہاؤس میں زیر بحث ہے، حقیقت یہ ہے کہ پورا ملک اس قسم کی صورتحال سے دوچار ہے۔ ایک وقت تھا جب مالاکنڈ ڈویژن میں operation شروع تھا اور operation کے دوران رینجرز اور آرمی تو کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے کی position میں ہوتے ہیں لیکن آج بھی جیسا کہ بلوچستان میں ہوا، جیسا کہ کراچی میں ہوا، ایسا ہی سوات میں روزانہ کا معمول ہے اور اتنے تحفظات اور سیکیورٹی کے باوجود لوگ گھروں میں داخل ہو کر لوگوں کو مار دیتے ہیں اور پھر محفوظ طریقے سے وہ چلے جاتے ہیں اور سیکیورٹی اہلکاروں کی کارروائی اس قسم کی ہیں کہ ملک کے عام شہری کو پکڑ کر بوٹوں سمیت اس پر چڑھ دوڑتے ہیں اور اس کے خاندان کے سامنے اس کی ایسی بے عزتی کرتے ہیں کہ وہ قابل برداشت نہیں ہوتا۔ کراچی میں، بلوچستان میں اس وقت کرفیو نہیں ہے، وہاں پر کوئی آپریشن نہیں ہے، اگر کوئی مجرم ہے تو پھر اس کو عدالت کے سامنے پیش کریں، اگر ہم عدالت کے سامنے پیش نہیں کرتے، اس کے خلاف کوئی ایف آر نہیں کاٹتے، اس کے خلاف خود کارروائی کرتے ہیں تو میرے خیال میں سیکیورٹی ایجنسیاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ملک میں خود بدامنی پھیلا رہے ہیں، یہ قابل مذمت ہے۔ میری جناب سے گزارش ہے کہ اس کے خلاف باقاعدہ رولنگ دیں اور اس کی تحقیقات ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی راجہ ظفر الحق۔

Discussion on the appointment of the Leader of the Opposition

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! ملک میں اس وقت جو فضا کچھ عرصے سے قائم ہے، ایسے لگتا ہے کہ ساری سوسائٹی brutalize ہو کر رہ گئی ہے اور کسی کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ اگر کسی ایک مرحلے پر بھی کوئی صحیح تحقیقات ہو جاتی اور مجرموں کے خلاف ایکشن ہوتا تو شاید آئندہ کے لیے یہ چیز رک جاتی لیکن یہ معاملہ اسی طریقے سے جاری ہے اور آئے روز نئے واقعات ہوتے ہیں جو انتہائی دکھ کا باعث ہیں۔ خواہ خروٹ آباد کا واقعہ ہو، خواہ کراچی کا واقعہ ہو یہ بڑے دلخراش واقعات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں حکومت کو اپنا فرض پورا کرنا چاہیے۔ حکومت کو قانون کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے جو ان کی بنیادی ذمہ داری ہے اسے پورا کرنا چاہیے۔ اگر وہ یہ نہیں کریں گے تو یہ معاملہ اور بڑھے گا اور سوسائٹی بکھر جائے گی۔ شاید کچھ قوتوں کی یہ خواہش بھی ہو کہ یہاں پر ایک ایسا دور دورہ ہو جائے اور دنیا پر یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ وہ اس ملک کو چلا سکیں یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا کہ یہ جو لیڈر آف دی اپوزیشن کا معاملہ چل رہا ہے اس معاملے پر بھی جس طرح آپ نے کل اپنا اظہار خیال کیا اور ایک رولنگ دی کہ آپ اس معاملے میں دونوں اطراف کو سننا چاہتے ہیں۔ وقت کا تعین اور طریقہ کار کا تعین آپ نے فریقین پر چھوڑا تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات کے باوجود، باہمی عزت و احترام ہونے کے باوجود اس مسئلے پر اختلاف ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ یہ باہمی طور پر حل نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ یہ فرمائیں گے کہ یہ معاملہ آپ نے طے کرنا ہے تو وہ اسی طرح ہو گا جس طرح امریکہ کہتا ہے کہ جی کشمیر کے معاملے پر انڈیا اور پاکستان آپس میں طے کر لیں۔ اگر آپس میں طے کرنے کے قابل ہوتے تو اتنے طویل، باسٹھ تریسٹھ سال نہ گزرتے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے آپ نے کہا کہ اگر آپ آپس میں طے نہیں کر سکتے تو پھر میں طے کروں گا۔ ہم نے آپ کے چیمبر میں یہ کوشش کی ہے کہ اس معاملے کو پہلے طے کر لیا جائے تا کہ ہاؤس کا ماحول بہتر ہو جائے۔ اس کے بعد ہم بجٹ کے معاملے میں بھی اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں باقی بھی جو قومی issues ہیں ان پر بھی یہ بہتر ہو گا۔ دوسری طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ شیڈول ان کو منظور نہیں ہے، ان کی ایوان سے باہر کچھ ایسی مصروفیات ہیں کہ وہ پہلے یہ بحث نہیں کروا سکتے۔ ہماری تجویز آج بھی یہی ہے کہ اس معاملے کو پہلے طے کر لیا جائے اس کے بعد جو normal کارروائی سترہ تاریخ تک بجٹ کی recommendations موجود

ہے وہ آپ کر سکتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر گزشتہ چند دنوں کی طرح ہمیں اجلاس سے باہر جانا پڑے گا۔

جناب چیئرمین: نہیں ابھی مولانا صاحب سے آپ کوئی طے کر لیجیئے۔ جہاں تک میں ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ جس دن سے اس کو شروع کرنا چاہیں، آپ آپس میں بیٹھ کر اس کو طے نہ کر سکیں تو پھر بتائیے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: ہم نے یہ تجویز دے دی تھی کہ پہلے یہ معاملہ طے ہونا چاہیے اس کے بعد بجٹ پر بحث ہو گی۔

جناب چیئرمین: ابھی دیکھیں کل جو میٹنگ ہوئی ہے اس میں ڈار صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے، مولانا صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ۔ یہ طے پایا گیا تھا کہ پندرہ، سولہ، سترہ۔ اگر آپ اس میں تبدیلی چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ کو بڑی clearly بات کر رہا ہوں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب ریکارڈ ذرا درست کر لیں یہ طے نہیں پایا تھا یہ آپ کی طرف سے proposal ضرور تھی کہ تیرہ چودہ تک آپ بجٹ کو مکمل کر کے پندرہ، سولہ، سترہ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ میرے ساتھ جناب ساجد میر صاحب بھی تھے، ہارون اختر صاحب بھی تھے اور بعد میں جمال لغاری صاحب نے بھی ہمیں join کیا۔ میں نے آپ کو submit کیا تھا کہ ہم چار لوگ فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ایک پارٹی وہاں پر بیٹھی تھی اور ان کا objection بھی نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ صبح اس کو۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میں جو سمجھتا ہوں آپ نے کہا تھا کہ بائیکاٹ کا فیصلہ کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اس پر میں نے کہا کہ جو آپ کی لسٹ ہے، جو جو آپ نے فرمایا ہے یہ سارا صبح convey کر دیں گے۔ میرا proposal تو یہ بھی تھا کہ دو دن یا تین دن اس کام کے لیے رکھیں گے ہاؤس کو کمیٹی میں convert کریں، کیونکہ اس وقت جو lawyers اندر بیٹھے ہوئے ہیں سب کی sides ہیں، آپ نے خود بھی یہ admit کیا تھا کہ lawyer ایک ہی کیس ہوتا ہے، ایک اس کو defend کر رہا ہوتا ہے اور ایک اس کو with arguments and legal precedents کے ساتھ oppose کر رہا ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ بڑا broad based ہو جائے گا۔ ہاں اگر ہماری بجٹ

کی جو cut off date ہے۔ دیکھیں ابھی آپ نے جو بزنس propose کیا وہ تیرہ تک بجٹ، پندرہ، سولہ اور سترہ، لیکن luckily ہمارے بجٹ کی جو cut off date ہے تین کو یہاں آیا تھا ہمارے پاس سترہ تک آئینی وقت موجود ہے۔ آج صبح ہماری میٹنگ ہوئی اور راجہ صاحب نے آپ کو عرض کیا کہ یہ سب کا joint فیصلہ تھا۔ آپ اس پر فیصلہ نہ کریں-----

جناب چیئرمین: دیکھیں ابھی بھی میں عرض کروں گا کہ یہ جو دن ہے اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کل سے کرنا چاہیں، Monday سے کرنا چاہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ I am very open. اسی لیے میں نے کل یہ رولنگ دی ہے۔ اب تاریخیں، آپ لوگ سمجھدار ہیں، پرانے منجھے ہوئے سیاست دان ہیں، آپس میں بیٹھ کر decide کر لیں اس میں Chair کو مت involve کریں۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میں کچھ گزارش کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں بڑی clearly بات کر رہا ہوں۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! اسحاق ڈار صاحب نے وکلا کے بارے میں بات کی ہے کہ وکلا بحث کریں گے، ایک طرف سے کریں گے دوسری طرف سے کریں گے۔ یہ درست ہے کہ وکیل کی جس کیس میں خدمات حاصل کی جاتی ہیں وہ اپنے client کے حق میں جو دلائل دے سکتا ہے وہ دے گا۔ یہاں پر صورت حال تھوڑی سی مختلف ہے۔ پہلے تو یہ ہے کہ وکیل جو بھی کسی کیس پر دلائل دیتا ہے اس کی فیس دی جاتی ہے یہاں پر تو کوئی فیس نہیں دی جارہی۔ کم از کم میری یہی understanding ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جب کوئی وکیل پیش ہوتا ہے تو وہاں پر دو متصادم پارٹیاں ہوتی ہیں، یہاں پر دونوں ہمارے قابل احترام دوست ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ دونوں ایسی شخصیات ہیں جو بہت ہی قابل احترام ہیں۔ اسحاق ڈار صاحب ہمارے ساتھی بھی ہیں، وزیر خزانہ رہے ہیں، سارا پاکستان ان کو جانتا ہے۔ غفور حیدری صاحب ایک بہت بڑے عالم ہیں، ہمارے دوست ہیں، ساتھی ہیں لہٰذا دو دوستوں کے بارے میں فیصلہ کرنا، وکیل کو آپ نے یہاں پر جج بنا دیا ہے۔ لہٰذا یہ بہت مشکل کام ہوگا، یہ کہنا کہ ہم جو مرضی ادھر سے دلائل دے دیں گے، ادھر سے دے دیں میرے خیال میں انہوں نے یہ ایک ناممکن سی بات کی ہے۔ بہرحال آپ کہیں گے، Chair کے احترام میں ہماری سمجھ میں جو آئے گا

ہماری خدمات آپ کے لیے حاضر ہیں۔ یہاں پر یہ وہ کیس نہیں ہے جس کا ذکر اسحاق ڈار صاحب کے ذہن میں ہے۔

جناب چیئرمین: جی جہانگیر بدر صاحب۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: جناب چیئرمین! وسیم سجاد صاحب نے ٹھیک کہا ہے، یہ کوئی دو فریقین کے درمیان ایسا matter نہیں ہے کہ جس پر ایک جانب سے argue کیا جائے یا دوسری جانب سے کیا جائے۔ یہ House کی convention اور اس کے آئندہ system کو قائم رکھنے اور چلانے کا matter ہے۔ آپ نے جو ruling دی ہے، آپ ٹھیک کہتے ہیں کہ you are not a party to it. آپ نے یہ کہا ہے کہ rules, law, procedure, interpretation and the parliamentary practice جو بعد میں آپ نے میری suggestion پر اس میں شامل کیا۔

جناب چیئرمین: Parliamentary practice کی suggestion آپ کی تھی۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: یہاں پر جس چیز کا فیصلہ لینا ہے، یہ عام چیز نہیں ہے کہ اس میں صرف Leader of the House یا Leader of the Opposition کے تعین کا مسئلہ ہے، determine کرنا ہے۔ یہاں پر آپ نے فیصلہ یہ لینا ہے کہ دنیا میں جو parliamentary practice ہے، وہ in a parliamentary system کس طرح سے behave کرتے ہیں؟ کیا اس پر individual members of the parliament have got a right کہ وہ پارٹی سے ہٹ کر ووٹ دیں یا ان کو اپنی پارٹی کے ساتھ ووٹ دینا لازم ہے۔ If there is even any law then that law wants interpretation اور آپ interpretation نہیں دے سکتے۔ یہ court کا کام ہے۔ یہاں پر smooth running کے لیے آپ نے ایک procedure, parliamentary practice جو دنیا کے تمام ممالک میں اور خاص طور پر جہاں پر ہماری طرح کی democracy ہے، not of the kind but in parliamentary practice اس طرح کی جو مثالیں ہوں، اس کے اعتبار سے آپ نے یہاں پر ایوان چلانا ہے کہ کیا parties کو خود حق ہے کہ ان کے لیڈرز کا جو کہا جاتا ہے وہ ان پر از خود لاگو ہوتا ہے یا members, they are allowed in several of the countries جہاں پر party system عوام الناس میں رائج ہے وہاں پر پارٹیوں کو ووٹ دیا جاتا ہے، individual کو تو دیا ہی نہیں جاتا۔

جناب چیئرمین: جہانگیر بدر صاحب! قطع کلامی ہوتی ہے، اس وقت بات dates کی ہو رہی ہے کہ کون سی date سے بجٹ پر بحث شروع کرنی ہے۔

Senator Muhammad Jahangir Badar: Sir, I want to make my point. I want to make my point on this that here it is a matter of detail.

جناب چیئرمین: Detailed discussion ہوگی۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: چیئرمین صاحب! یہ easy matter نہیں ہے کہ جس کو کوئی پانچ، دس یا ایک دن میں آپ پانچ، دس منٹ میں طے کر لیں گے، ایسا نہیں ہے۔ آئندہ تمام آنے والے وقت پر یہاں پر ساری چیزوں کو زیر بحث لانے کے لیے، تمام ہاؤس نے آپ کی مدد کرنی ہے اس نتیجے پر پہنچنے میں کہ کس طرح سے اس ہاؤس کو ایک genuine democracy میں چلایا جا سکتا ہے اور اس میں جو flaw of law ہم محسوس کر رہے ہیں، اس کو دور کیا جائے۔ This is the bottom line as far as I think. ہو سکتا ہے کچھ لوگ کسی اور انداز میں سوچتے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس پر بہت سارے اور issues آئیں گے other than the appointment of the Leader of the Opposition. وہ اسی بحث میں آئیں گے۔ جب یہ بحث کھلے گی تو پھر یہ پورے سسٹم پر بحث کھلے گی کہ پارلیمانی نظام میں کیا کیا چیزیں اور بھی آسکتی ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ یہ جو budgetary کام ہے اس کو پہلے لیں۔۔ جہاں ہمیں یہ حق اتنی دیر کے بعد ملا ہے، سینیٹ کو چھوڑ دیتے ہیں، پہلے ہم سسٹم کو smooth line کر لیتے ہیں لیکن اتنے سالوں کے بعد جو حق ملا ہے، recommendations دینے کے لیے، پہلے ہم recommendations تیار کر لیں پھر اس پر جتنے دن مرضی بحث کرتے جائیں لیکن میرے خیال میں اسی موضوع پر صرف تین، چار لوگ نہیں بولنا چاہیں گے، سارے لوگ بولنا چاہیں گے۔ This is very important topic. اس پر اس ایوان میں پہلے بھی بحث ہو چکی ہے اور کئی سالوں سے قومی اسمبلی میں بھی ہوئی ہے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے وقت میں اور اس سے پہلے بھی ہوئی ہے تو میری آپ سے درخواست ہوگی کہ اس مسئلے کو ایک full fledge time دیں اور

this is not a matter between the two. This is a matter of the running of the system and of the Senate. Thank you very much.

جناب چیئرمین: جی، پروفیسر محمد ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت جو فریق بنا دیے گئے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ میرے لیے جناب حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب اور جناب اسحاق ڈار صاحب دونوں انتہائی قابل احترام ہیں اور مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے درمیان کوئی grievance ہے۔ ہمیں اگر کوئی grievance ہے تو آپ کے order سے ہے اور اس لیے آپ اپنے آپ کو جس طریقے سے نکال رہے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آج آپ جو بات سن رہے ہیں، اس کے لیے وقت مقرر کر رہے ہیں، یہ چھ جون کو آپ آرڈر دینے سے پہلے سنتے اور سننے کے بعد پھر آپ آرڈر دیتے تو شاید یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ ذرا please آپ رک جائیے۔ میں نے بار بار یہ کہا تھا کہ اس کو ذرا تسلی سے چلنا چاہیے، جس دن budget lay ہوا اس دن یہ بات کہی گئی کہ اس کا فیصلہ جلدی کیا جائے کیونکہ tradition یہ ہے کہ Leader of the Opposition debate کو open کرتا ہے اور اس کے لیے میرے پاس صرف کچھ گھنٹے تھے، بجٹ جمعے کے روز پیش ہوا، پیر کو اس پر بحث شروع ہونی تھی، اس کی وجہ سے یہ فیصلہ جلدی میں کیا گیا۔ باقی جہاں تک آپ کی بات کا تعلق ہے کہ آرڈر دینے سے پہلے ممبران کو سنا جاتا، یہ میرے ذہن میں بھی تھا مگر چونکہ یہ درخواست تھی کہ اس کو جلدی decide کیا جائے اس وجہ سے بغیر ممبران کو سنے فیصلہ کیا گیا۔ اب آپ فرمائیے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان : جناب چیئرمین! میں بڑے ادب و احترام سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی ایسے بجٹ پیش ہوئے ہیں کہ Leader of the Opposition کا فیصلہ نہیں ہوا، Leader of the Opposition موجود نہیں ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: مجھے request کی گئی جو میں نے مان لی، اب اس پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں نے ممبران کی request مان لی تھی۔ اب آگے بتائیے کہ کیا کیا جائے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان : جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ جن کو آپ فریقین بنا رہے ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میں فریقین نہیں بنا رہا۔۔۔۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان : میں عرض کر رہا ہوں کہ جن کو آپ فریقین بنا رہے ہیں اور ان پر فیصلہ کرنا چھوڑ رہے ہیں یہ درست نہیں ہے۔فیصلہ آپ نے کرنا ہوگا۔ وقت آپ نے مقرر کرنا ہوگا۔ آپ نے ۹ افراد کو ووٹ دینے سے محروم کیا، ان کو محروم کرنے سے پہلے آپ کو انہیں سننا چاہیے تھا اور آپ اپنے دلائل ان کو دیتے۔۔۔

جناب چیئرمین : میں نے سلیم سیف اللہ کو سنا تھا۔ میں آپ کو بتا دوں کہ سلیم سیف اللہ صاحب میرے پاس آئے تھے، انہوں نے اپنا موقف بیان کیا تھا، یہ بھی میں آپ کو بتلا دوں کہ دیکھیے ابھی آپ کو کچھ باتیں پتا نہیں ہیں۔ سلیم سیف اللہ کو معلوم ہے کہ میں نے کہا تھا کہ میں ان کو بلواؤں گا اور سیف اللہ صاحب میرے پاس آئے تھے، ہمایوں صاحب بھی میرے پاس آئے تھے، حافظ رشید صاحب بھی آئے تھے اور سلیم سیف اللہ صاحب بھی آئے تھے۔۔۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: آپ نے ان کو رائے دینے سے محروم کیا۔ کیا آپ نے ان کو بتایا تھا کہ میں آپ کو رائے دینے سے محروم کر رہا ہوں اور میرے یہ دلائل ہیں۔ اب آپ نے ایک decision لے لیا۔ میری گزارش ہے کہ ایک طرف آپ نے یہ کیا اور دوسری طرف حکومتی بنچز پر اب بھی وہ افراد بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے ان کو اس فہرست میں شامل کیا، کن دلائل کی بنیاد پر آپ نے شامل کیا؟ یہ سارے ساتھی میرے لیے انتہائی قابل احترام ہیں لیکن جناب عبدالرازق صاحب، میں بڑے ادب سے ان کا نام لے رہا ہوں کہ وہ وفاقی وزیر رہے ہیں، ان کا نام آپ فہرست میں کیسے ڈال رہے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: عبدالرازق صاحب کا تو نام تھا ہی نہیں۔آپ کو حقائق کا علم نہیں ہے۔ عبدالرازق صاحب، آپ بتائیے۔

سینیٹر عبدالرازق : جناب چیئرمین! میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے ووٹ استعمال نہیں کیا ہے اور میرے ساتھیوں نے حکومت کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے فیصلہ کیا اور مجھے بھی انہوں نے کافی مجبور کیا کہ آپ بھی ہمارا ساتھ دیں لیکن میں نے کہا کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں نے ووٹ استعمال نہیں کیا اور میرے دوست حکومت کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے ادھر چلے گئے ہیں اور یہ بھی میں آپ کو بتا دوں کہ حکومت میں بیٹھے ہوئے بھی انہوں نے

ایبٹ آباد کے واقعہ پر walk out کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہم حکومت کی پالیسی سے مطمئن نہیں ہیں اس لیے ہم اپوزیشن میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ کو ذرا یہ بات clear ہونی چاہیے کہ میں نے ووٹ استعمال نہیں کیا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: غلام علی صاحب، ایک منٹ۔ دیکھیے ابھی بجٹ ہے، یہ National cause ہے، بجٹ پر اب پوری بحث نہیں ہورہی ہے۔ میں ایک ruling دے چکا ہوں۔ چیئز کو میں نے open کیا ہوا ہے۔ اب آپ پر میں نے چھوڑا۔ میں نے آپ کو proposal دی ہے، اب آپ dates پر agree کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اتنا تو آپ لوگ agree کیجیے، کچھ maturity کے ساتھ، کچھ national issues کو سامنے رکھتے ہوئے میری آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ آپ لوگ dates decide کریں یا پھر میں خود ہی dates decide کر لوں۔ Dates and names کا معاملہ ہے۔ سید ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! آپ نے خود ابھی فرما دیا ہے کہ ایک disputed notification اور اس کے بعد----

جناب چیئرمین: Please مجھے dates بھی ساتھ ساتھ بتائیے--

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! dates کی بات کر رہا ہوں اور اس پر آپ کل decision لے چکے ہیں. to review the matter. اب بجٹ اجلاس بھی چل رہا ہے اور اس سارے مسئلے کی جو gravity ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ ابھی سے شروع کر دیں۔ آج سے شروع کر دیں تاکہ کل پرسوں، جب آپ فیصلہ کرنا چاہیں۔ اگر آپ smooth running چاہتے ہیں لیکن اگر یہ آگے چلا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ smooth running نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی حاجی غلام علی صاحب۔ اس کے بعد چٹھہ صاحب آپ بول لیجیے گا۔ شیرانی صاحب نے بہت پہلے بولا ہوا ہے۔ جی شیرانی صاحب آپ بولیے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! مجھے تو کبھی آپ سے گلہ بھی ہو جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات صحیح ہے۔ آپ نے بہت پہلے request کی تھی۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: بنیادی مسئلہ وہی ہے جو طاہر مشہدی صاحب نے اٹھایا تھا اور وہ ہے انسانی خون کا مسئلہ۔ اب کوئی ایک مسئلہ ہو گا یا دوسرا ہو جائے گا، اسے اس مسئلے کا شکار نہیں بنانا چاہیے۔ بلوچستان میں ایف سی کا کردار یا کراچی میں رینجرز کا کردار بنیادی مسئلہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایف سی کے اس رویے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آفیسر فوج سے آتے ہیں اور ان کے سپاہی قبائلی ہوتے ہیں۔ پرانے زمانے میں یہ تھا کہ اس کے اپنی سپاہی ترقی کر کے آفیسر بنتے تھے۔ اب سر ایک طرف ہے، دھڑ دوسری طرف ہے۔ دھڑ صوبائی حکومت یا وزارت داخلہ کے تابع ہے اور اس کا سر وزارت دفاع کے تابع ہے۔ اب سر کام کرے گا یا دھڑ کام کرے گا، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر یا اسے شتر مرغ سے تشبیہ دی جائے کہ آپ بوجھ اٹھائیں تو وہ کہے کہ میں تو پرندہ ہوں اور اگر آپ اسے اڑنے کے لیے کہیں تو وہ پاؤں دکھائے کہ میں تو اونٹ ہوں۔ میں محترم جناب رضا ربانی صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس قانون میں ایک ترمیم کی تجویز کریں کہ ایف سی کا آفسر ایف سی سے ہی ترقی کر کے آئے۔ نہ یہ کہ افسر تو فوج سے آئے اور اس کا سپاہی قبائل سے ہو۔ ایک مشکل تو یہاں سے پیدا ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک۔ شکریہ۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: ایک تو آپ باری نہیں دیتے۔

جناب چیئرمین: نہیں۔ آپ بولیے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: دوسری مشکل یہ ہے کہ ہمیں coalition support fund ملتا ہے اور coalition support fund کے لیے کچھ نہ کچھ تخریب یا کچھ نہ کچھ خون بہانا ضروری ہوتا ہے تاکہ خون بہا کر، تخریب کر کے coalition fund میں کوئی حصہ مل سکے۔ یہ coalition fund بھی ہمارے مسلح اداروں کے لیے ایک مصیبت بنی ہوئی ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور تخریب کریں تاکہ ایک تو coalition fund مل جائے اور دوسرا یہ کہ جو پبلک ابھی تک نہیں مان رہی ہے کہ دہشت گردی ہمارا مسئلہ ہے۔ فوج بھی نہیں مان رہی ہے کہ دہشت گردی ہمارا مسئلہ ہے، لہٰذا ان دونوں سے منوانے کے لیے کچھ خون بہائے جائیں گے، کچھ تخریب کی جائے گی۔ ایک طرف سے تو منوانا مقصود ہے، دوسری طرف سے فنڈ میں حصہ پیدا کرنا مقصود ہے۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ رضا

ربانی صاحب اس پر توجہ دیں اور اس کے لیے بھی کوئی قانونی طریقہ نکالیں۔ بلوچستان میں ایف سی جہاں کہیں چاہے کوئی بیریر لگائے، سول حکومت سے اس کے بارے پوچھنے یا کوئی زمین اس سے طلب کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہمارے ہاں تو ایف سی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک قبضہ گروپ ہے۔ میں رضا ربانی صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کے لیے بھی کوئی قانونی طریقہ یا جو بہتر سمجھتے ہیں، اس کا راستہ نکالا جائے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ ایف سی اور خون بہانے کا مسئلہ انتہائی ضروری اور مشکل ہے اور اپوزیشن کا لیڈر کون ہو گا، کون نہیں ہو گا، اسے ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ کل کی گفتگو میں، میں بھی موجود تھا۔ کل کی گفتگو میں بات طے ہو چکی تھی کہ پندرہ سے لے کر سترہ تک تین دن اس کے لیے مخصوص ہوں گے۔ اس سے ڈار صاحب نے بھی اتفاق کیا تھا۔ ان کے ساتھ جو دوسرے ساتھی تھے، میرے خیال میں جاوید لغاری صاحب بھی تشریف لائے تھے، وہ بھی موجود تھے۔

جناب چیئرمین: جمال لغاری صاحب تھے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ کا نام جاوید لغاری لے رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کا نام جمال لغاری ہے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جمال لغاری صاحب بھی اس میں موجود تھے۔ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ تین دن ہوں گے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ ڈار صاحب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک بجٹ پر بحث ہوتی ہے، بجٹ سیشن میں شریک رہیں۔ اس کے بعد اس پر ڈار صاحب نے فرمایا تھا کہ میں اس بات پر ساتھیوں سے مشورہ کروں گا اور ان کو اعتماد میں لوں گا۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔۔۔ (آل عمران: ۱۵۹) جب ایک بات طے ہوئے جائے تو پھر اللہ کے سپرد کر دیں۔ ایک تو آپ نے notification کیا۔ وہ بھی ان کے دباؤ پر کیا۔ ہمارے دباؤ پر نہیں کیا۔ جب انہوں نے دباؤ ڈالا کہ آپ ضرور کسی کو مقرر کریں تاکہ وہی open بحث کا آغاز کرے۔ جب ان کے دباؤ میں آپ نے ایک notification کیا، پھر ان کے دباؤ پر دوبارہ آپ نے اسے بحث کے لیے پیش کیا۔ نہ پہلا دباؤ ہمارا تھا، نہ دوسرا دباؤ ہمارا ہے اور پھر جب انہوں نے طے کیا کہ یہ تین دن اس کے لیے مختص ہیں اور پھر ہم اس پر مشورہ کریں گے کہ ہم اس بجٹ سیشن میں اس وقت تک شریک

رہیں گے یا نہیں رہیں گے، اس کے لیے انہوں نے کہا کہ میں ساتھیوں سے مشورہ کروں گا۔ میں ان کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا، آپ کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ آپ مسلسل ایک طرف جھکاؤ نہ رکھیں کہ وہاں سے دباؤ آجائے تو notification بھی اسی دباؤ میں کریں۔ وہاں سے دباؤ آجائے تو بحث بھی اسی دباؤ کی بنیاد پر کریں۔ کوئی اور دباؤ آجائے تو پھر اس پر جائیں۔ مجھے آپ کا احترام ہے اور یقیناً آپ جانتے بھی ہیں۔ اس لیے یہ مقدمہ نہیں ہے بلکہ آپ آئندہ ہاؤس چلانے کے لیے ایک ذہن بنا رہے ہیں۔ اگر وکلاء کی بحث ہو گی یا اراکین کی بحث ہو گی، وہ صرف آپ کا ذہن بنانے کے لیے ہو گی، مقدمہ چلانے کے لیے نہیں ہو گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی چٹھہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: شکریہ جناب! میں آپ کی اس observation سے بڑا متفق ہوں۔ قصہ بڑا مختصر سا ہے۔ آپ نے خود کہا کہ آپ نے اس مسئلے میں قائد حزب اختلاف کی تعیناتی کے لیے cognizance بھی لے لی اور پھر آپ نے procedure بھی طے کر دیا۔ ساتھ ہی آپ نے یہ کہہ دیا کہ میں وکلاء کو سنوں گا اور وکلاء کو سننے کی تاریخ یا وقت کا تعین آپ نے فریقین پر چھوڑ دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ فریقین میں اختلاف ہے اور وہ متفق نہیں ہوں گے۔ ایک صاحب تو نشست پر بیٹھے ہیں۔ دوسرے ابھی باہر ہیں۔ اگر یہ نشست خالی ہوتی تو جو مرضی تاریخ مقرر کر لیتے لیکن چونکہ اگلے ہفتے سیشن prorogue ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے ہماری سائیڈ کا سارا کیس ختم ہو جائے گا۔ آپس میں ان کا اختلاف رہے گا۔ یہ متفق نہیں ہوں گے۔ آپ نے یہ لکھا بھی ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا جائے گا، جس طرح دونوں صاحبان کہیں گے اور اگر اختلاف ہو گا تو میں فیصلہ کروں گا۔ اختلاف ان کا ہے۔ ان کا فیصلہ کر دیں۔ لمبی discussion کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک آدھ دن کی ضرورت ہے۔ ایک دن رکھ لیں۔ کل کا رکھ لیں اور اگر آپ نے within House legal advice لینی ہے تب بھی، باہر سے لینی ہے تب بھی۔ یہ فیصلہ ایک دو دنوں میں ہو جانا چاہیے تاکہ یہ ساری ''کل کل'' ختم ہو جائے اور یہ مسئلہ according to our grace حل ہو جائے۔ یہ مسئلہ ایوان بالا میں ابھی تک pending چلا آرہا ہے۔ آپ نے decision دے بھی دیا، cognizance بھی لے لی۔ اب آپ اس کے لیے صرف کل کا دن مقرر کر دیں اور آپ اپنے انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ اسے لمبا کرنا اور اسے

طوالت میں رکھنا یقیناً ہاؤس کے منافی ہے۔ عوام کے لیے بھی یہ اچھا نہیں ہے اور بجٹ سیشن کے لیے بھی اچھا نہیں ہے۔ میری گزارش صرف یہ ہے۔

جناب چیئرمین: جی میر صاحب۔ ایک منٹ۔ چٹھہ صاحب! آپ کا کیا view ہے، dates کے لیے کیا کیا جائے؟

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: میں سمجھتا ہوں کہ کل کا دن رکھ لیں۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کا view ہے۔ آپ کی suggestion کیا ہے؟ کل رکھ دیا جائے؟ اگر دوسری سائیڈ نہ مانے تو پھر میں کیا کروں؟ پھر آپ مجھ پر چھوڑنا چاہتے ہیں؟ یا یہ آپ کہیں کہ مجھ پر چھوڑیں and I will look into it.

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: میری درخواست یہ ہے کہ جلدی اس کا فیصلہ ہو جائے۔

جناب چیئرمین: آپ یہ کہتے کہ یہ جلدی ہونا چاہیے۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: جناب ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ شاید آپ نے بھی یہی سمجھا ہو۔ ہم جو وہاں موجود تھے۔ ہم سب کا ذہن یہی تھا اور ہم نے کہا بھی کہ جو بھی معاملہ آپ کی طرف سے تجویز کے طور پر آرہا ہے، ان کی طرف سے آرہا ہے، اس کو ہم اپنے گروپ کے پاس جا کر finalize کریں گے اور کل آپ کو inform کر دیں گے کہ کیا طے ہوا ہے۔ اس وقت dates, format اور وکیلوں کی بات بھی ہو رہی تھی اور ہم نے کہا تھا کہ اس بارے میں مشورہ کر کے آپ کو بتا دیں گے۔ آپ نے پندرہ، سولہ، سترہ کے لیے کہا تھا لیکن dates طے نہیں ہوئی تھیں۔ ہم نے کہا تھا کہ اس اثنا میں ہم نے session attend کرنا ہے، اس میں حصہ لینا ہے یا نہیں، یہ ساری باتیں مشورہ کر کے بتا دیں گے۔ میں بھی اس کی روشنی میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ طے نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ فیصلہ کر لیجیے، جو بھی dates ہوں گی وہ accept کر لی جائیں گی۔

جناب چیئرمین: اس میں بھی differences آ گئے ہیں۔ مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: شکریہ۔ بات سمجھنے میں غلط فہمی ہو سکتی ہے، یہ زیادہ اہم نہیں ہے لیکن اگر آپ کو یاد ہو، آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور ساتھیوں پر بھی یہ بات واضح تھی کہ یہاں پر وکلا نے اس بحث میں حصہ لیا تھا لیکن تیاری کے بغیر لیا تھا۔ قائد حزب اقتدار بھی وکیل ہیں،

رضا ربانی اور یہاں سے بھی وکلا نے حصہ لیا لیکن یہ طے ہوا کہ یہ لوگ تیاری کر کے آئیں۔ اسی دوران وہ تیاری کر کے پندرہ، سولہ، سترہ کو۔۔۔

جناب چیئرمین: تا کہ ان کو تیاری کے لیے وقت مل جائے۔

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب چیئرمین! چار، پانچ دن سے اس House میں ایک مسئلہ زیر بحث ہے۔ پاکستان کے تمام channels اور آج ''جنگ'' اخبار میں نذیر ناجی صاحب نے ایک article لکھا ہے کہ مسلم لیگ (ن) سینیٹ میں بھی پنجاب جیسی صورتحال پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور بہت بڑا article لکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اس میں مت جائیں، اس مسئلے کو ختم کیا جائے۔

سینیٹر حاجی غلام علی: قوم دیکھ رہی ہے کہ ان کو اپنا (XXXXXX[1]) کتنا عزیز ہے کہ چار دن سے یہ بجٹ جو کہ ایک سال کے لیے غریب عوام کی فلاح و بہبود کے نام پر بنایا جاتا ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی غلام علی: ایک منٹ، غریب عوام یہ سب کریں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہوا ہے۔ اسحاق ڈار صاحب میرے لیے قابل احترام ہیں، جمال لغاری صاحب بھی وہاں بیٹھے تھے، میں ان سے درخواست کروں گا کیونکہ وہ سچ کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ بتائیں کہ یہ اس پر متفق ہوئے تھے کہ نہیں اور اب نہیں مان رہے۔ یہ اس پر متفق ہو گئے تھے کہ پندرہ، سولہ اور سترہ تاریخ کو اس پر بحث ہو گی یہ بات ہو گی اور یہاں پر آ کر (XXXXXX) غلط بات کرنا، ایوان کا وقت ضائع کرنا میرے خیال میں آپ، میرے، اپوزیشن اور سب کے لیے اچھا نہیں ہے۔ ہم آپس میں اس طرح تقسیم در تقسیم ہوتے جائیں، ایک دوسرے پر الزامات لگاتے جائیں۔ میرے خیال میں جو فیصلہ ہوا ہے، اس پر قائم رہیں۔ آپ پہلے بھی جلدی کر رہے تھے، اب بھی کر رہے ہیں اور کل پھر احتجاج کریں گے کہ ایسا فیصلہ ہوا ہے۔ خدا کے لیے اس کو چھوڑ کر اس ایوان کا business چلانے دیں۔ اٹھارہ کروڑ عوام کی مشکلات Leader of the Opposition سے حل نہیں ہوں گی۔ آپ اپنی تجاویز دیں تا کہ یہ مسئلہ حل ہو۔

جناب چیئرمین: جمال لغاری صاحب۔

---

[1] (XXXXXX) الفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کئے گئے

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: جناب! (XXXXXX[2]) کے الفاظ حذف کرا دیں۔

جناب چیئرمین: ان کو حذف کر دیا جائے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں نے صرف یہ کہا تھا کہ .I am nobody ہم جو تین آدمی آئے ہیں، ہم فیصلہ نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف ہمارے معزز اراکین کی جماعت ایک ہے، ان کی ساری leadershipوہاں موجود تھی، ہم نے کہا کہ ہم صبح آپ کا ...total proposal

جناب چیئرمین: ڈار صاحب، dates openہو گئی ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! بار بار یہ کہنا کہ طے ہو گیا تھا، یہ طے نہیں ہوا تھا۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب، میری نظر میں datesبھی open ہو گئی ہیں، میں اس پر---جو آپ کہیں dates openہو گئی ہیں۔ لغاری صاحب۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بات کروں گا۔ کل میں آپ کے چیمبر میں موجود تھا، سارے فاضل ممبران کی باتیں بھی آپ کے سامنے ہیں۔ پندرہ، سولہ، سترہ کی تاریخوں کا ذکر بھی ہوا تھا اور وہاں پر یہ بات طے کی گئی تھی، اسحاق ڈار صاحب نے کہا تھا کہ میں یہاں پر نمائندگی ضرور کر رہا ہوں لیکن کل ان چوبیس اراکین سے صلاح مشورہ کر کے .I will get back جناب! ایک بات اور بھی ضروری ہے، تمام ممبران اور جہانگیر بدر صاحب نے سابقہ پارلیمانی روایات کی بات کی اور آپ نے جن صاحبان کا تذکرہ کیا، وہ ماشاء اللہ قانونی ماہرین تصور کیے جاتے ہیں اور ان کی رائے کا بے حد احترام ہے۔ وہ ہم تمام صاحبان کی باتیں اور ہمارا مدعا سننے کے بعد اپنی قانونی رائے دیں گے۔ میں اس سلسلے میں ایک گزارش کروں گا۔ آپ اگر ان کو فریقین سمجھتے ہیں یا ان کو interested parties سمجھتے ہیں، جو بھی ہے لیکن پہلے یہ اس بات پر آئیں کہ آپ جو بھی فیصلہ دیں گے، ان کو قابل قبول ہو گا اور یہ فیصلہ پارلیمان کے اندر ہونا چاہیے۔ ان تمام باتوں کو سننے کے بعد آپ کا فیصلہ اگر کسی ایک پارٹی کو قابل قبول نہیں ہوتا اور وہ عدالت سے رجوع کرتے ہیں تو اس سے پارلیمان کی undermining ہو گی۔ آئندہ جو فیصلے بھی کیے جائیں گے، وہ عدالت میں جائیں گے اور ایک نیا precedent set ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پارلیمان کی underminingہو گی۔ شکریہ۔

---

2 XXXالفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کئے گئے

جناب چیئرمین: سلیم سیف اللہ صاحب، میری آپ سے درخواست ہے کہ کوئی ایسی تجویز دیں جس سے یہ مسئلہ حل ہو، الجھے نہ۔ آپ دیکھ رہے ہیں کافی چیزیں سامنے آرہی ہیں۔ جمال لغاری صاحب کی statement کو بھی سامنے رکھا جائے۔

I would request you. You are a very senior parliamentarian, try to solve the problem please. Thank you.

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں گزارش کروں گا کہ آپ نے حکم دیا تھا، میں حاضر ہوا، آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس میں آپ نے صرف یہی کہا تھا کہ آپ کی کون سی جماعت ہے؟ میں نے کہا کہ میری جماعت پاکستان مسلم لیگ ہے جو کل بھی تھی، آج بھی ہے۔ اس میں یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ آپ نے ہمیں ووٹ کا حق نہیں دیا۔

جناب چیئرمین: نہیں، یہ discussion نہیں ہوئی تھی۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: آپ نے یہ سوال کیا تھا اور میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ میں پاکستان مسلم لیگ میں ہوں۔ جناب چیئرمین! میری یہ گزارش ہے کہ یہ یونین کونسل، ضلع کونسل، صوبائی اسمبلی یا قومی اسمبلی نہیں ایوان بالا ہے۔ پاکستان کا سب سے upper House ہے۔ ہم آج ہیں، کل نہیں ہوں گے تو میرے خیال میں ہم سب کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ایسا فیصلہ کریں جسے آئندہ نسلیں کہیں کہ ہم نے معقول اور آئین و قانون کے مطابق فیصلہ کیا۔ میری صرف یہ گزارش ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب چیزیں بہت آگے چلی گئی ہیں۔ لغاری صاحب کی ایک statement بھی آئی ہے۔ I would like to have a meeting again with Ishaq Dar *Sahib* and Maulana Ghafoor Haidri *Sahib* تا کہ میں اس کو amicably resolve کر لوں۔ اب dates کا مسئلہ بھی آگیا ہے۔ کل جمعہ ہے، پیر کو اجلاس شام کو ہو گا، صبح نہیں ہو گا۔ احمد علی صاحب بجٹ کے لیے بار بار میرے پاس آرہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں تیرہ یا چودہ تاریخ تک اپنی recommendations final کریں تا کہ وہ یہاں House میں آجائیں اور پھر وہ National Assembly میں جائیں اور ان کو بھی ہماری recommendations consider کرنے کا وقت دیا جائے۔ اب یہ ساری چیزیں ہیں جو میرے ذہن میں تھیں اور میں آپ سے share کر رہا ہوں۔ بخاری

in the best national interest, not in the party interest please صاحب بتائیں اس بارے میں آپ کا کیا view ہے؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Surely sir. گزارش یہ ہے کہ جیسے ابھی ڈار صاحب نے کہا کہ انہوں نے کل کہا تھا کہ میں اپنے ساتھیوں کو consult کر کے پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ So let us not have a discussion in the House. جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ان کو بلا لیا جائے، ان کی اپنے لوگوں سے جو consultation ہوئی ہے، وہ وہاں پر آ کر آپ کو بتا دیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی conclusive بات نہیں ہوئی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم نے جب proceedings شروع کیں تو ہمارے پاس budget important issue ہے۔ Let us have a debate on that اور جیسے کل Chamber میں decision ہوا تھا، اس بارے میں ان کی کوئی controversy ہے، that should be decided in the Chamber. آپ ان کو بلا کر کوئی decision کر لیں۔ میری تو یہ تجویز ہے اور باقی speeches شروع ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: کیوں ڈار صاحب؟

Let us have a meeting again in the afternoon.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! میں record کے لیے یہ عرض کر دوں، according to my commitment جو بخاری صاحب فرما رہے ہیں کہ House شروع ہونے سے پہلے 24 آدمی جو فیصلہ کریں گے، آپ کو communicate کیا جائے گا اور ہمارے صدر راجہ ظفر الحق صاحب House شروع ہونے سے پہلے--- I value these things, I know, they are very important میں نے House شروع ہونے سے پہلے جو commitment کی تھی، راجہ صاحب آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے تھے۔

جناب چیئرمین: میں عرض کروں کہ اس وقت کچھ discussions ہوئی ہیں اور آپ کے سامنے ہوئی ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں ایک چیز clear کر دوں،

I am no one to decide anything instantly when I am in your Chamber.

جناب چیئرمین: اس instantly کی کوئی ضرورت نہیں ہے، .no instant

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آئندہ یہ نہیں ہونی چاہیئے، شاید میرے بھائی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب کر سکتے ہیں، وہ ایک پارٹی ہے، وہ اس کے General Secretary ہیں، قیادت ساتھ ہے، ادھر 6 جماعتیں ہیں۔

Mr. Chairman: Dar *sahib*, no instant decision, let us have a meeting again. Is it میں تبھی کہہ رہا ہوں کہ ذرا آرام آرام سے چلیں، دو بجے رکھ لیں؟ Ok, we have a meeting again, مولانا صاحب اور بخاری صاحب! آپ سے بھی request ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، آپ کہاں جا رہے ہیں؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! میری گزارش سن لیں، میں عرض کرتا ہوں کہ ڈار صاحب نے کہا کہ I am nobody to decide it, send somebody who has got the mandate from your people to take some decision, every time if you say, "I will go back to my honourable Members and then I will come back to you." اس طرح معاملہ نہیں چلے گا، send somebody who has got a mandate from your people to take some decisions over there, this is my submission sir.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آپ اس meeting کو committee room میں رکھ لیں، ہماری پارٹی کی جتنی leadership ہے، وہ آجائے گی۔

Mr. Chairman: I have got no objection, آپ اپنے لوگ لے آئیں، وہ اپنے لوگ لے آئیں، ہم تاریخ کا فیصلہ کر لیتے ہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس وقت صرف dates کا decide کرنا ہے، کس date کو ہونا ہے۔ .Please فرمائیے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ گزارش یہ ہے کہ جیسے مولانا شیرانی صاحب نے فرمایا، انہوں نے بالکل درست فرمایا کہ نہ ہمارا آپ پر کوئی

pressure تھا، نہ کوئی درخواست تھی لیکن ہم نے یہ درخواست ضرور کی تھی کہ Opposition میں major party جمعیت علمائے اسلام ہے اور آپ اپنے صوابدیدی اختیارات کی روشنی میں جو بڑی پارٹی ہے، اس میں سے کسی فرد کو Leader of the Opposition نامزد کریں۔ یہ درخواست ضرور کی تھی لیکن ہم کبھی آپ کے پاس نہیں آئے، کبھی آپ پر دباؤ نہیں ڈالا، کبھی یہاں پر اٹھ کر یہ نہیں کہا کہ آپ نے آج کرنا ہے یا کل کرنا ہے۔ آپ کا جو فیصلہ آیا ہے، اس کو سب کو تسلیم کرنا چاہئیے تھا، مجھے افسوس ہے کہ اس پر کچھ دوست ناراض ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے کل ایک ruling دی، میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میں یہ کہوں کہ اچھی نہیں تھی کیونکہ آپ ایک فیصلہ کر چکے ہیں، اگر آپ اس فیصلے کو زیر بحث لائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے فیصلے کو واپس لیں گے، آپ اپنا کوئی دوسرا فیصلہ کریں گے۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا، ہم نے آپ کا احترام کیا، Chair کا احترام کیا، ہم وہاں پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی موجودگی میں جو بھی فیصلہ ہوا، ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ ٹھیک ہے، بسم اللہ، ہم نے اس پر بھی اعتراض نہیں کیا۔ ہم واپس آئے تو ہمارے دوستوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو نہیں جانا تھا، اس چیز کو بلاوجہ کیوں متنازعہ بنایا جارہا ہے لیکن ہم نے کہا کہ ہم نے اپنے چیئرمین صاحب کا احترام کیا اور ان کا حکم مانا۔ اب ایک بات طے ہوئی، میں نے وہاں پر بھی گزارش کی کہ مجھے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے بحث کرنے کا نہ کوئی نقصان ہے نہ کوئی فائدہ ہے، میں ان کی بات سمجھتا ہوں، اس میں فرق نہیں پڑتا۔ سوال یہ ہے کہ میں نے گزارش کی تھی کہ ہماری جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا سہ روزہ اجلاس ہے، اس طرح ہماری مصروفیات ہیں، شاید ہم ان دنوں میں موجود نہ ہوں۔ آپ نے جب 15 تاریخ کا بتایا تو ہم نے 15 تاریخ کے حساب سے اپنے programmes ترتیب دیئے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ اس کو زیر بحث لائیں اور ایک نیا issue پیدا ہو جائے۔ جیسے جہانگیر بدر صاحب، چٹھہ صاحب اور بہت سے دوستوں نے یہ فرمایا کہ یہ ایک نئی بحث شروع ہو جائے گی، بہت سے معاملات پیدا ہوں گے جب بھی آپ کی کوئی ruling آئے گی، ہم اس کو یہاں پر discuss کریں گے پھر ہم اس کو court میں لے جائیں، اس کے لیے چارہ جوئی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے شیرانی صاحب نے فرمایا کہ (عربی) اگر آپ نے ایک فیصلہ کیا ہے اور آپ نے اس فیصلے پر عملدرآمد بھی کیا ہے، آپ اس فیصلے پر قائم رہیں، اس کے باوجود آپ بحث کروانا چاہتے ہیں تو ہم اس سے راہ فرار اختیار نہیں کرتے۔

Mr. Chairman: I have given my ruling, I am going to listen to everyone.

اب آپ تاریخوں کا مسئلہ بتائیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میری آخری گزارش یہ ہے کہ یقیناً بجٹ اہم ہے، ہم بلاوجہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں، ہمیں اس طرف جانا چاہیے۔ میری تیسری گزارش یہ ہے کہ بابر غوری اور مشہدی صاحب نے ایک مسئلہ اٹھایا ہے، ہم سب اس مسئلے پر متفق ہیں۔ آج آپ کے سامنے حکومتی حلقوں نے بھی احتجاج کیا ہے کہ پورے ملک میں لاقانونیت ہے اور ہمارے ادارے اور forces ہیں، میں نے وہ فوٹو دیکھا ہے، خدا کی قسم مجھے رونا آرہا تھا کہ وہ بے گناہ بندے کو جس انداز سے گھسیٹ رہے تھے اور جس طرح بندوقیں تانی ہوئی تھی جیسے کسی مفتوح علاقے میں فاتح علاقے کے فوجی جاتے ہیں، اس طرح کے انداز سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے کہ یا اللہ یہ بندے بھی ہمارے ہیں اور بندوق تاننے والے بھی پاکستانی ہیں۔ کوئی مجرم تھا تو اس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیتے، جرم ثابت ہوتا تو پھانسی پر لٹکا دیتے۔ بہر حال، اس کا بغور جائزہ لینا چاہئیے، اس سے ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: جی جناب عبدالرازق صاحب! آپ اسی dates کے مسئلے پر کوئی بات کرنا چاہ رہے ہیں کیونکہ آپ اس میں نہیں ہیں۔

سینیٹر عبدالرازق خان: جناب! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جمال خان لغاری صاحب نے جو تجویز دی ہے، وہ بہت ہی اچھی تجویز ہے اور یہ ہونا چاہیے کہ حال ہی میں اس کا فیصلہ ہوجائے۔ آپ نے جس طرح فرمایا ہے کہ ہم آج ایک meeting بلاتے ہیں، اللہ کرے! کہ اس meeting سے اس کا حل نکل آئے، اگر خدانخواستہ کل اس کا حل نہیں نکلتا تو میری یہ گزارش ہو گی کہ اگلے ہفتے میں دو، تین دن business کے لیے مخصوص کئے جائیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ جتنے بھی دن چلے تو اس کو حل کریں لیکن اگلے ہفتے میں پہلے اس business کو مکمل کرنے دیں اور especially اسحاق ڈار صاحب کی recommendations کے دوران غیر موجودگی تشنہ طلب رہے گی اور اس میں ان کی بہت out put ہے۔ میری گزارش ہے کہ ان کی recommendations سے بہت سارے لوگوں کا فائدہ ہو گا اور اس سے یقیناً ملک کا بہت زیادہ مفاد وابستہ ہے، میری گزارش ہے کہ اس کمیٹی کی recommendations کو مکمل کرنے دیں اور اس کے بعد ہم تب تک نہیں اٹھیں گے جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہو۔

جناب چیئر مین: بخاری صاحب! please آگے آجائیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احمد علی صاحب کو بلالیں، اگر مجھے ایک منٹ اجازت ہو، دوپہر کو ایک meeting رکھتے ہیں، پروفیسر صاحب! آپ بھی اس میں آجائیں جو بھی آنا چاہے۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: ہم قطعاً کسی فیصلے کے کوئی فریق نہیں بنیں گے، Chair کی مرضی ہے جو فیصلہ کرے، ہم اس کی تابعداری کریں گے۔

جناب چیئر مین: اب dates کا مسئلہ آگیا ہے۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب! ایک دفعہ dates کے مسئلے پر consensus ہو چکا ہے، اگر اس کے بعد کوئی اپنی ذاتی ضرورت کو ملکی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے تو ہم قطعاً اس کے فریق بننے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

جناب چیئر مین: جی شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ جناب چیئر مین صاحب۔ جیسا کہ عبدالغفور حیدری صاحب نے فرمایا ہے کہ کل سے ہماری مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو گا، کل، پرسوں، ترسوں اور آگے بھی چلے گا تو ہم 10 سے 14 تاریخ تک اپنے مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی وجہ سے شاید یہاں پر حاضر نہ ہو سکیں۔ اس لیے آپ ہماری ایک مجبوری تصور کریں کہ ہم کل سے 14 تاریخ تک اس اجلاس میں شریک نہیں ہو سکیں گے اور اس اجلاس کے لیے ہمیں فرصت نہیں ہو گی۔

جناب چیئر مین: پروفیسر صاحب! آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ اپنے experience سے نوازیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئر مین! میری نگاہ میں یہ مسئلہ جتنی جلد طے ہو جائے اتنا بہتر ہے، already delay ہو چکی ہے۔ آپ جو بھی طے کریں لیکن میری خواہش یہ ہو گی۔

جناب چیئر مین: پروفیسر صاحب نے کہا کہ آپ نے جلدی کیوں کی ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: اس کو جلدی حل کریں لیکن میں جو بات کہنا چاہ رہا تھا، وہ اسے ذرا مختلف ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ بجٹ کا معاملہ بہت اہم ہے لیکن بار بار یہ بات کہی جا رہی ہے کہ Opposition کے ارکان نے بجٹ کو اہمیت نہیں دی، یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ہم نے

بجٹ کے معاملے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، ہم سر جوڑ کے بیٹھے ہیں اور 51 تجاویز مرتب کی ہیں، بروقت دی ہیں، اگر ہم House یا کمیٹی میں شرکت نہیں کر رہے ہیں تو ایک اصول کی بنیاد پر ہے، ہم نے بجٹ میں کسی قسم کی مداخلت نہیں برتی ہے اور ہم publicly برابر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، مشکل یہ ہے کہ یہ ایوان 5 پانچ سالوں سے تجاویز پیش کر رہا ہے لیکن وہ صدا بے سہارا ثابت ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب! مجھے تاریخ کا حل بتائیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں تاریخ کا نہیں کہوں گا لیکن میری خواہش یہی ہے کہ آپ اس کو جتنا جلد شروع کر سکتے ہیں، کل شروع کر دیں، آج شروع کر دیں۔

جناب چیئرمین: وکیل کہاں ہیں؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جہاں تک FC کا معاملہ ہے تو میں اپنے ساتھیوں کا ساتھ دینا چاہتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ FC کا جو ظلم بلوچستان میں ہوا ہے، کراچی میں ہوا ہے، سوات میں ہوا ہے، اور مقامات پر ہوا ہے، اس پر فوری نوٹس لینے کی ضرورت ہے، اس معاملے پر اس ایوان کو کوئی نہ کوئی اقدام کرنا چاہیے اور وزیر داخلہ صاحب کو بلا کر ان سے explanation لینی چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی ہاں ان کو بلاتے ہیں۔ جی ہمایوں صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب! میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے پر جلد سے جلد discussion شروع ہونی چاہیے، اگر کل ممکن ہو سکے تو بہت اچھا ہوگا کیونکہ اگر یہ جلد شروع نہیں ہوتی تو میرے خیال میں یہ boycotts ہوتے رہیں گے، میں اپنے گروپ کی psyche جانتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر زیادہ delay ہوتا جائے گا تو مجھے خدشہ ہے جو کہ نہیں ہونا چاہیے اور آخر کار یہ معاملہ کورٹ میں چلا جائے گا۔ اس کا فیصلہ پارلیمنٹ میں اور اسی ایوان میں ہونا چاہیے۔ برائے مہربانی آپ ہی فیصلہ کر دیں، ہمارے درمیان فیصلہ نہیں ہو پائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی صابر بلوچ صاحب! ذرا shortly کہیئے گا۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! یہ بجٹ اجلاس ہے،اس وقت یہاں بجٹ discuss کیا جانا چاہیے، باقی چیزیں irrelevant ہیں۔ ڈار صاحب سے اور دوستوں سے کہوں گا کہ

they are parliamentarian, they know the importance of the budget. let him enjoy this seat for a few days, it آپ اس کو بجٹ کے بعد discuss کریں، it makes no difference. ڈار صاحب اس سے بھی بڑے بڑے عہدوں پر رہے ہیں، it makes no difference, it will be decided after the budget, budget is more important.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی کاظم صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ میرے خیال میں دونوں اطراف سے اس پر consensus ہو چکے ہیں کہ بحث کی شروعات کی جائے۔ اب صرف تاریخ کا مسئلہ ہے، اس پر میری صرف اتنی عرض ہے کہ اس بحث میں خاصے learned وکلاء ادھر بھی ہیں اور ادھر بھی ہیں اور یہ مسئلہ آسانی سے بحث میں ختم نہیں ہوگا، اس کے لیے کچھ ٹائم چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے بجٹ کر لیں پھر اس کے بعد چاہے اس کے لیے چار دن، چھ دن، آٹھ دن لے لیں کیونکہ جب کوئی چیز وکلاء کے ہاتھ میں آ گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر جان آسانی سے چھڑانا بہت مشکل ہو گی۔ پہلے بجٹ کر لیں، باقی dates پر یہ agree کر جائیں گے۔ یہ ایک legal مسئلہ ہے اس کو طے کریں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! دو بجے آپ نے کہاں جانا ہے؟ I think let's have a meeting at 1.30 then. ڈار صاحب! میں، آپ، بخاری صاحب اور مولانا حیدری صاحب ڈیڑھ بجے مل لیتے ہیں۔ اس پر فیصلہ کوئی نہیں ہوگا، اس پر میں تھوڑی سی preliminary discussion کرنا چاہتا ہوں۔ اب تھوڑی speeches بھی شروع کر دوں کیونکہ پونے ایک بج چکے ہیں۔ جی سواتی صاحب۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے، اگر ملک کی ضرورت بجٹ نہیں ہے اور اپوزیشن کی کرسی ملک کی ضرورت ہے تو بسم اللہ۔ آپ ہمیں کیوں فریق بنا رہے ہیں۔ آپ نے ایک ruling دی جس کے مطابق آپ نے جناب حیدری صاحب کو قائد حزب اختلاف چنا، اس کے بعد یہ اس کو پھر بھی متنازعہ بنارہے ہیں۔ آپ جو بھی فیصلہ کریں لیکن ہم قطعاً کسی اور میٹنگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ آپ نے 15,16,17 کا کہا ہے تو انشاءاللہ تعالیٰ ہم بجٹ کے بعد آ کر دلائل دیں گے کیونکہ ہمارے لیے ملکی ضرورت زیادہ اہم ہے۔

جناب چیئرمین: میں ذرا احمد علی صاحب سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: یہ پھر repeat ہو رہا ہے، ہم 51 proposals بنا کر پیش کر چکے ہیں اور وقت پر پیش کی ہیں، اس کو اب misunderstand نہ کریں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر سنائی دی۔)

جناب چیئرمین: جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! میں صرف یہ عرض کر رہا تھا اس کو misunderstand or misrepresent نہ کیا جائے، اس تمام process کے باوجود ہم نے proposals بنائی ہیں، اسے جمع کروایا ہے۔ آپ کو بھی یہ معلوم ہے کہ basically fundamental quorum responsibility کو maintain کرنے کی گورنمنٹ کی ہوتی ہے، treasury benches کی ہوتی ہے، یہ ساری دنیا میں parliamentary precedent ہے۔ پہلے دن میٹنگ اسی وجہ سے نہیں ہوئی کہ ہم نہیں تھے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بارہ بجے سے اپوزیشن کے صرف چار صاحبان ہیں، میں ہوں، پروفیسر خورشید صاحب، ہارون اختر صاحب ہیں اور جاوید علی شاہ صاحب ہیں، کیا چیئرمین کے علاوہ حکومت آٹھ میں سے تین بندے بھی وہاں نہیں بھیج سکی کہ کورم پورا ہو۔ آپ blame game کے چکر میں نہ پڑیں۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ اس کا ہوتا کیا ہے، ٹھیک ہے ہم بڑی محنت کرتے ہیں، بڑا اچھا session ہوتا ہے، بڑی اچھی appreciation ہوتی ہے۔ پچھلے آٹھ سال سے مشرف کے زمانے میں بھی اور post Mushrraf زمانے میں بھی appreciation ہوتی رہی کہ جی بڑا اچھا ہوا، اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ مشرف صاحب کے زمانے میں تو وہ totally ایک منٹ میں reject ہوتا تھا۔ اب یہ ہے کہ ہم اس کی قانونی غلطیاں نکالتے ہیں یا جو اس کی improvements ہوتی ہیں وہ adopt ہو جاتی ہیں۔ آپ مجھے پچھلے پانچ سال میں سے ایک نکال کر دے دیں کہ جو عوام سے related ہوتی ہیں اور جسے نیشنل اسمبلی میں prove کر کے کیا۔ Please اسے اس چکر میں misrepresent نہ کیا جائے کہ جی وہ participate نہیں کر رہے، ہماری اصل participation proposal بنانا اور اسے submit کرنا ہے اور ہم نے 51proposals بنا کر دی ہیں، آپ خود دیکھ سکتے ہیں، ریکارڈ موجود ہے، ابھی رپورٹ آئے گی تو وہ reject ہو جائیں گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ dates پر دونوں اطراف سے کوئی agreement نہیں ہو رہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ consensus نہیں بن رہا ہے۔ جب fresh dates پر agreement نہیں ہو رہا اور جو پہلے dates تھیں اس پر بھی دونوں sides پر کچھ تحفظات ہیں۔ So, let me decide, میں یہ سمجھتا کہ I am open and try to dispose it at the earliest. Keeping in mind یہ جو ہم پر constitutional obligations ہیں کہ ہم نے بجٹ کی recommendations 14 days میں دینی ہیں، اس پر بھی تھوڑی بہت speeches ضرور ہونی چاہییں۔ ڈار صاحب! آپ بھی اس پر agree کرتے ہیں۔ میں اس پر بیٹھ کر ذرا آرام سے سوچوں گا کیونکہ haste is waste, I don't want hasty decision. پروفیسر ابراہیم صاحب نے ویسے ہی کہا ہے کہ آپ جلدی نہ کریں۔ اس وقت کون debate start کرے گا؟ خالد سومرو صاحب! آپ بجٹ پر بولیں گے؟ اس پر میں آپ لوگوں کو کوئی فیصلہ کر کے بتاتا ہوں اور اگر ضرورت پڑی تو میں آپ لوگوں کو chamber میں تکلیف دوں گا۔ ڈار صاحب اور مولانا صاحب! ضرورت پڑی تو میں آپ کو بھی تکلیف دوں گا۔ شکریہ ڈار صاحب۔

(مداخلت)

Senator Sabir Ali Baloch: I am sorry to say that for a petty issue, for a small matter

وہ اس حد تک جا چکے ہیں کہ they can't be a part of the budget.

جناب چیئرمین: جی بجٹ پر تقریر کون شروع کرے گا۔ جی خالد سومرو صاحب آپ کریں گے۔ جی میں پھر فیصلہ کرکے آپ کو بتاتا ہوں۔ ضرورت پڑی تو میں آپ کو تکلیف دوں گا اپنے چیمبر میں۔ ڈار صاحب! اور مولانا صاحب میں آپ سے بھی request کروں گا اور ضرورت پڑی تو میں آپ کو بھی تکلیف دوں گا۔ Thank you Dar *Sahib*. جی سومرو صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میں آپ کا ایک منٹ لوں گا۔

جناب چیئرمین: جی ضرور۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جناب میں quorum point out کر رہاں ہوں۔ کورم پورا نہیں ہے As per rule I point it out that House is not in quorum. Please counting be made.

Mr. Chairman: Counting be done. Leghari *Sahib* is right on the rules. Bells be Rung.

(گھنٹیاں بجائی گئیں)

Mr. Chairman: House is in quorum.

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! کل ہم نے آپ کا احترام کیا اور ہم آپ کے حکم پر حاضر ہوئے اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس issue پر مزید بحث کی اجازت ہونی چاہیے لیکن آپ نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور آپ نے ایک فیصلہ دے دیا۔ اس فیصلے کے سامنے ہم نے سر تسلیم خم کر دیا۔ آپ کے چیمبر میں یہ بات طے ہوئی کہ 15,16,17 کو اس پر بحث ہو گی۔ تحفظات کے باوجود ہم نے تسلیم کیا لیکن آج آپ نے دیکھا کہ اس فیصلے سے بھی انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

جناب چیئرمین! آج اگر آپ کے اس فیصلے کو وہ اس طرح چیلنج کر رہے ہیں اور اس کا اس طرح مذاق اڑا رہے ہیں جس کا نہ جمہوری روایات میں، نہ ہماری پارلیمانی اور سینیٹ کی روایات میں اس طرح کا کوئی واقعہ موجود ہے۔ جس انداز سے انہوں نے اس مسئلے کو لیا ہے۔ مسلم لیگ (ن) جو میں الزام لگاتا ہوں کہ ان کا طریقہ یہی رہا ہے۔ پنجاب میں مختلف جماعتوں کو انہوں نے توڑا۔ آج ان کے سہارے وہ حکومت کر رہے ہیں۔ آج یہاں انہوں نے جماعتوں کو توڑا ہے، ان میں دراڑ ڈالی ہے۔ حافظ رشید صاحب یہاں موجود ہیں ان سے آپ پوچھ سکتے ہیں، آج وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا ووٹ نہیں ہے۔ اس کا ووٹ لینے کے لیے آپ خود اس کے گھر پر گئے تھے۔ آپ نے اس سے ووٹ مانگا جب تمہیں اس نے انکار کیا تو آپ نے اس کو کہا کہ تمہارا ووٹ نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ جرگہ لے کر اس کے گھر گئے۔

جناب چیئرمین! ہمارے ووٹ کو توڑنے کے لیے یہ وہاں گئے۔ ہمایوں مندوخیل موجود ہے وہ قبائلی آدمی ہے میں نے اس سے گزارش کی کہ آپ نے ہمیں support کرنا ہے اس نے ہاتھ سینے پر

لگائے اور کہا کہ ٹھیک ہےآپ کا تعلق بلوچستان سے ہے اور پہلی مرتبہ ایک چھوٹے صوبے سے کوئی اپوزیشن لیڈر آرہا ہے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ انہوں نے دستخط دیے بلاجبر و کراہ ، اس کے بعد یہ لوگ اس کے پاس گئے ان کو اخلاقی طور پر اس کے پاس نہیں جانا چاہیے تھا جس نے مجھے دستخط دیے ہیں اس کے پاس نہیں جانا چاہیے تھا۔ یہ اس کے پاس چلے گئے پھر بھی اس نے نہیں مانا ، اس نے کہا میری ایک زبان ہے، ایک دستخط ہے میں وہ دے چکا ہوں اور اس نے خود مجھے فون کر کے بتایا۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے میرے بھائی کو پکڑا جو بلوچستان میں ایم پی اے اور اس بھائی پر اتنا دباؤ ڈالا، جو الفاظ انہوں نے میرے ساتھ کہے ہیں اگر وہ درست ہیں اور یقیناً وہ درست ہوں گے۔ وہ بڑا صحیح آدمی ہے۔ اس نے کہا کہ بھائی نے یہاں تک مجھ پر دباؤ ڈالا کہ پھر میں اور آپ ناراض ہوں گے تو میں نے سوچا کہ یہ گھر کی ناراضگی ہے تو میں نے مجبور ہو کر ان کو دستخط کر کے دیے۔ انہوں نے یہ دوسرا ووٹ ہمارا توڑ دیا۔ اسی طرح یہ قبائلی لوگ جو آزاد منتخب ہو کر آتے ہیں ، اگر آج ان کو ووٹ دیتے تو ان کا ووٹ قابل قبول تھا، اگر انہوں نے میرے حق میں ووٹ استعمال کیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں ہے۔آزاد ممبر ہیں ، حکومت کو بھی support کرتے ہیں جب حکومت کو ضرورت پڑتی ہے تو حکومت ان سے درخواست کرتی ہے، کسی مسئلے پر تو اگر انہوں نے مناسب سمجھا، ہمیں ووٹ کیا تو اس پر بھی یہ چیخ اٹھے۔

جناب چیئرمین! ان کا ماضی آپ دیکھ لیں ، ان کا کام ہی یہی رہا ہے۔ ممبران کی خریدوفروخت، یہ چھانگا مانگا، یہ Horse-trading ان سب کی موجد اول مسلم لیگ (ن) ہے۔اور یہی ان کا ایک بہترین مشغلہ ہے۔مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لینے والے اور ایک فوجی آمر کی گود میں پلنے والے آج جمہوریت کی بات کرتے ہیں؟ آج آمروں کے خلاف بات کرتے ہیں۔میاں نواز شریف صاحب! بڑے لیڈر ہیں۔ میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں ، ان کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ کہنے کے لیے میں کسی طرح آمادہ نہیں ہوں۔ دو تہائی اکثریت سے یہاں وزیراعظم تھے، جب انہیں وزارت اعظمیٰ سے ہٹایا گیا ، ان کو ہمت نہیں ہوئی کہ ایک قرارداد پاس کریں لیکن اس ماحول میں بارہ اکتوبر کو ان کی حکومت ختم ہوئی اور بائیس اکتوبر کو جمعیت العلمائے اسلام نے مرکزی شوریٰ کا اجلاس بلایا اور اس میں فیصلہ کیا کہ آمریت ہمیں قبول نہیں ہے، ہمیں مارشل لاء قبول نہیں ہے اور ببانگ دہل ہم نے اس کی مخالفت کی۔ اس دور میں جب تک پرویز مشرف تھا، کوئی بڑا مظاہرہ نہیں کرسکے۔ ہم جاتے تھے میاں نواز شریف صاحب کے پاس اور کہتے تھے اگر آپ پاکستان آنا چاہتے ہیں ، اگر آپ لاہور نہیں اترسکتے تو ہم آپ کو پشاور میں welcome کریں گے۔ اور میں خود بارہا جدہ میں ، مدینہ طیبہ میں ،میاں نواز شریف

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اظہار ہمدردی کے لیے لیکن مشرف کے خلاف یہ لوگ کوئی بڑا مظاہرہ نہیں کرسکے۔ وہ آمر تھا اور مانا کہ ان کی دو تہائی اکثریت والی حکومت ختم کردی لیکن اس کے باوجود بھی ان کو ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی مظاہرہ کرتے۔ آج ایک مولوی اپوزیشن لیڈر بنا ہے تو ان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ ایک چھوٹے صوبے سے اپوزیشن لیڈر بنا ہے تو ان کے لیے ناقابل برداشت ہے اور ویسے تو کہتے رہتے ہیں کہ چھوٹے صوبوں کا ہم خیال رکھیں گے، بلوچستان جائیں گے، خیبرپختونخوا جائیں گے لیکن جب عمل کی بات آتی ہے تو پھر کردار اور عمل میں بڑا واضح فرق آتا ہے۔اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی ضد ہےاور باقی کچھ دوستوں کو اپنے پیچھے انہوں نے لگا دیا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی بات کرتے ہیں کہ وہ بھی اقلیت سے اپوزیشن لیڈر بنے تھے۔ جناب چیئرمین! یہ وضاحت کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے کچھ دوستوں کو توڑا گیا، اسی بیاسی لوگوں میں سے بیس بائیس پیٹریاٹ کی صورت میں حکومت میں چلے گئے۔ مسلم لیگ (ن) کے اٹھارہ یا بیس ممبر تھے، ان میں بھی توڑ پھوڑ تھی۔ ایم ایم اے کے ستاسٹھ یا اس سے کچھ زیادہ ممبر تھے۔ اب ان تین پارٹیوں میں ایک بڑی پارٹی JUI تھی۔ اگرچہ اس میں بھی delay کیا گیا لیکن بہرحال ان کو یہ بات ماننا پڑی کہ تین بڑی پارٹیوں اور گروپوں میں ایم ایم اے بڑا گروپ ہے، اس لیے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اپوزیشن لیڈر بنایا گیا۔

یہاں سینیٹ میں ساری صورتحال آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں وہ 12 شمار کرتے ہیں جبکہ حافظ رشید صاحب آپ کے سامنے ہیں۔ ان سے آپ پوچھ سکتے ہیں کہ آپ جمعیت علماء اسلام کے جو حمایتی ممبر تھے قومی اسمبلی میں، ان کے ووٹوں سے آپ منتخب ہوئے ہیں یا آزاد ہوئے ہیں۔ آپ پوچھ سکتے ہیں۔ وہ ہمارے ممبر ہیں۔ ہم 13 ہیں۔ بار بار اٹھ کر کہا جاتا ہے کہ جی یہ 10 ہیں، 11 ہیں یا 12 ہیں۔ یہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ اس لیے جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے، اس فیصلے پر آپ قائم رہیں۔ یہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ روز روز رائے بدلنا اور فیصلے بدلنا آپ کی ذات کے حوالے سے بھی مناسب نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے۔ دیکھیں بجٹ پر آجائیں، ایک بج گیا ہے۔ ایک منٹ، سیکرٹری صاحب! چودہ دن کے اندر recommendations جانی ہیں، یہ چودہ دن کب پورے

ہورہے ہیں؟ 16 سے پہلے پہلے ہم نے بھیجنی ہیں۔ میرا خیال ہے سواتی صاحب! بجٹ پر discussion شروع کرتے ہیں۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب! میں ایک منٹ لوں گا۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ Chair نے جمہوریت کی spirit کو اجاگر کرتے ہوئے باقاعدہ طور پر ممبران کو ان کے ووٹ کا حق دیا۔ آپ کے rules قطعاً آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دے رہے بلکہ آپ خود فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں لیکن آپ نے ارکان کو ووٹ کا حق دیا۔ ووٹ کا حق آنے کے بعد اس Chair نے ایک ruling دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ایوان کا کوئی بھی رکن اس کو رد کرتا ہے تو پھر اس کی حیثیت عوام کے سامنے کیا ہوگی۔ آج بجٹ اجلاس ہے، ہم بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ عوامی مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپوزیشن اپنا کردار ادا کرے اور مسائل سامنے لائے۔ آج وہ اپنے ذاتی مسائل سامنے لارہے ہیں۔ یہ کبھی بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ آپ کوئی غیر جمہوری فیصلہ نہیں کریں گے یا جب تک کہ آپ پارلیمانی روایات سے ہٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ یہ کبھی ماننے والے نہیں ہیں۔ اس لیے اس ایوان کی، ملک کی اور عوام کی رائے یہ ہے کہ آپ مہربانی کرکے بجٹ اجلاس پر اپنی توجہ مرکوز کریں اور ان کو چھوڑیں، یہ آئیں یا نہ آئیں۔ اس لیے کہ انہیں عوام سے کوئی دلچسپی نہیں، ایوان سے کوئی دلچسپی نہیں، اس کی بالادستی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے ایک فیصلے کی رٹ لگا رہے ہیں۔ یہ اس Chair کا فیصلہ ماننے کے لیے نہ کل تیار تھے، نہ آج تیار ہیں اور نہ کل تیار ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی بابر غوری صاحب۔

Discussion on the Finance Bill 2011-12

سینیٹر بابر خان غوری: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! جب سے پاکستان بنا، ہر سال عوام کو بجٹ کے اعداد و شمار میں الجھایا جاتا ہے۔ ہم اپنے تمام دوسرے مسائل کو چھوڑ کر بجٹ سے دو مہینے پہلے مختلف ٹاک شوز شروع ہوجاتے ہیں جن کا focus بجٹ ہوتا ہے اور بجٹ pass ہونے کے بعد بھی دو مہینے تک یہ ٹاک شوز، یہ خبریں اور تجزیے چلیں گے جس کے اندر صرف اعداد و شمار پر تنقید یا اس کی تعریف پر باتیں کی جائیں گی۔ اصل مسائل سے ہماری نظریں ہٹ جاتی ہیں، عوام کی توجہ اس سے ہٹ جاتی ہے اور قوم صرف بجٹ کے معاملات پر غور و فکر کرتی ہے۔ دنیا

کے تمام ممالک میں بجٹ آتے ہیں لیکن بجٹ کا جو ماحول اور جو hype پاکستان میں create ہوتی ہے، وہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہوتی۔

پچھلے دنوں ایک اخبار میں سوڈان جیسے ملک کے پاکستان کے لیے بیانات آنا کہ پاکستان یہ کرے، پاکستان وہ کرے، دہشت گردی پر قابو پائے، اب سوڈان پاکستان کو مشورے دے رہا ہے، یہ ہے سوچنے کی بات۔ بجٹ کو تو الگ رکھیں۔ آج ہمیں سوچنا چاہیے کہ سوڈان ہمیں مشورے دے رہا ہے۔ جب یہ پوزیشن آجائے اور ہم اپنی تمام توجہ صرف امریکہ کو گالیاں دینے پر لگا دیں یا امریکہ کے خلاف صرف بیانات دے کر سیاست چمکائیں، ہم اپنے گھر کو in order نہ کریں، اپنے مسائل کو نہ دیکھیں تو کیسے پاکستانی قوم کے مسائل حل ہوں گے۔ آپ بے شک سو بجٹ بنالیں، کتنے اچھے بجٹ بھی بنالیں لیکن اگر بنیادی مسائل ہم حل نہیں کریں گے تو کبھی بھی نہ پاکستان کی معیشت بہتر ہوگی، نہ پاکستان کے مسائل حل ہوں گے اور نہ عوام اپنے گھریلو مسائل سے باہر نکل سکیں گے۔

اتنا بڑا واقعہ ہوا 2 مئی کو ایبٹ آباد کا، اس کے بعد اس سے بڑا واقعہ ہو گیا مہران کا کہ چار آدمیوں نے حملہ کیا، ہم numbers بھی پورے نہیں دے سکے، آج تک ہمارے پاس نمبروں کا بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان کی آبادی پوچھو تو کوئی کہتا ہے کہ سولہ کروڑ ہے، کوئی کہتا ہے سترہ کروڑ ہے، کوئی کہتا ہے اٹھارہ کروڑ ہے، کوئی ٹی وی پر کہتا ہے کہ بیس کروڑ ہے۔ کون کہتا ہے، یہ بڑے بڑے ذمہ دار ہیں جو اس قسم کے بیانات دیتے ہیں۔ یہ دو، چار یا پانچ ہزار کا فرق نہیں ہوتا یا پانچ لاکھ کا فرق نہیں ہوتا، کروڑوں کا فرق ہوتا ہے۔ آج تک ہم اپنی صحیح آبادی کا تعین نہیں کرسکے، اس کے صحیح اعداد وشمار نہیں مرتب کرسکے۔ اگر ہم صرف اپنی صحیح مردم شماری کرلیں، خانہ شماری کرلیں، اور اگر سب کو سویلین اداروں پر بھروسہ نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ صحیح خانہ شماری نہیں کرتے تو ہماری اتنی بڑی فوج ہے، ہم اس کو استعمال کرسکتے ہیں۔ ہنگامی طور پر جہاں دوسری چیزوں میں استعمال کرسکتے ہیں، قوم کو صحیح figures دینے کے لیے ہمیں ان کی مدد لینی چاہیے۔ کم از کم ہمیں اس بات کا اعتماد ہے کہ وہ صحیح خانہ شماری یا مردم شماری کرکے ہمیں دے دیں گے لیکن اس کے اندر بھی سیاسی مسائل آجاتے ہیں، لوگوں کے مسئلے اور سیٹوں کے مسئلے آجاتے ہیں۔ لوگ اس سے بھی avoid کرتے ہیں تو مسئلہ کیسے حل ہوگا۔ پاکستان کی تباہی، جس طرف ہم جارہے ہیں، وہ مسائل اس طرح حل نہیں ہوں گے کہ خالی ہم بجٹ کو یا وزیرِ خزانہ کو ہم target کریں اور دوسرے مسائل کو چھوڑ دیں۔

دو مئی اور مہران بیس کے واقعات کے بعد بڑے بڑے واقعات ہوگئے، خروٹ آباد جیسا دلخراش واقعہ ہوا، ہم کبھی سنجیدگی سے نہیں بیٹھے۔ ہم سنجیدگی سے بیٹھیں اور سوچیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ پیسے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ گورنمنٹ کہتی ہے کہ جی ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے، کوئی کام نہیں کرسکتے۔ یہ مسائل کا حل نہیں ہے۔ آپ کو بجٹ میں پالیسی دینا ہوتی ہے، پالیسی بیان کرنا ہوتی ہے، investor کا اعتماد بحال کرنا ہوتا ہے۔ نوکریاں گورنمنٹ پیدا نہیں کرتی بلکہ private sector پیدا کرتا ہے اور private sector کو ہم رگڑے پہ رگڑا دیتے چلے جاتے ہیں۔ ایک وہ ٹیکس دیتے ہیں، ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے سرکاری افسران، میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی ان پوری books کو ایک دو دن میں نہیں پڑھ سکتا ہے اور نہ پڑھتا ہے۔ صرف وہ وزارت جس کا اپنا تخمینہ ہوتا ہے یا یہ کہ اس کو کتنے پیسے allocate ہوئے ہیں، وہ اس کو اپنے مقصد کے لیے دیکھتا ہے، باقی کوئی اس پر توجہ نہیں دے پاتا کیونکہ ہمارا طریقہ کار غلط ہے۔ یہ کاغذات تو ہمیں دو تین مہینے پہلے ملنے چاہییں تاکہ لوگ study کرسکیں، اس پر بات کرسکیں۔ ہم اپنے بنیادی مسائل حل کرنے پر توجہ دیں گے تو پھر ہم بجٹ جیسے مسائل بھی حل کرسکیں گے۔ بجٹ اتنا بڑا issue نہیں ہے۔ اصل issue یہ ہے کہ کیا ہم دہشت گردی پر قابو پاسکتے ہیں۔ چار آدمیوں نے پورے مہران بیس کو اٹھارہ گھنٹے تک یرغمال بنائے رکھا اور ہم ابھی تک نمبر پورے نہیں کرسکے۔ کوئی کہتا ہے بارہ تھے، کوئی کہہ رہا ہے آٹھ تھے، کوئی کہہ رہا ہے چھ تھے اور آخر میں چار نکلتے ہیں۔ وہ چار بھی خودکش حملے سے اپنے آپ کو مارتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے دفاعی جہازوں کو نقصان پہنچایا جو سمندری حدود پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کو بڑی آسانی سے تباہ کردیا گیا تو کہاں ہماری خامیاں ہیں؟ کیوں ہماری خامیاں ہیں؟ کیوں یہ ایسی اہم تنصیبات جب Naval Chief شاہد کریم اللہ تھے ان کے بارے میں ایک order ہوا تھا کہ ایسی تمام تنصیبات کو اورماڑہ shift کیا جائے گا جسے ایک Naval Base بنایا گیا۔ اس پر اربوں روپے خرچ کیے گئے۔ کون اس کوتاہی کا مرتکب ہوا کہ آج تک وہ چیزیں implement نہیں ہوئیں؟ وہ Base بنایا گیا، اس پر اتنا خرچ کیا گیا، اسے مکمل کیوں نہیں کیا گیا؟ اس پر فنڈز کی کیا problem تھی؟ یہ وہ مسائل ہیں جو ہمیں دیکھنے ہیں۔ ہم ان مسائل پر توجہ دیں گے تو پاکستان کے بنیادی مسائل حل ہوں گے۔

پاکستان میں جب تک investment نہیں ہوگی، private sector کو اطمینان نہیں ہوگا۔ آج ایک ڈاکٹر کی تنخواہ جو اتنی تعلیم حاصل کرتا ہے، ماں باپ اس پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے تعلیم حاصل کرکے MBBS pass کرتے ہیں اور اس کے بعد ان

کو پندرہ، سترہ ہزار روپے کی نوکری ملتی ہے۔ پاکستان میں آج اگر SSG کا کوئی ریٹائرڈ کمانڈو ہو گا یا کوئی trained security guard ہو گا تو اُس کی اس وقت اسلام آباد میں تنخواہ پینتیس سے چالیس ہزار ہو گی جبکہ ایک ڈاکٹر کی، ایک ٹیچر کی، ایک انجینیئر کی تنخواہ پندرہ سے سترہ ہزار روپے ہے۔ یہ سنگین صورت حال ہے، یہ بجٹ اتنا سنگین نہیں ہے۔ یہ صورت حال سنگین ہے جس کی طرف ہم جا رہے ہیں۔ جنگلی معاشرہ جنم لے رہا ہے۔ سیالکوٹ والا واقعہ آپ کے سامنے ہے، کل کراچی میں جس طرح رینجرز نے ایک نہتے بچے کو مارا، وہ آپ کے سامنے ہے، خروٹ آباد میں جو کارنامہ FC نے کیا وہ آپ کے سامنے ہے، پھر اس واقعے کو کوئی own نہیں کرتا، سب غلط بیانیاں پیش کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ جیکٹ پہنے ہوئے تھے، کوئی کہتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں دستی بم تھے لیکن تحقیقات ہوتی ہے تو کچھ نہیں نکلتا ہے۔ کیا ہم نے کسی کو کوئی سزا دی؟ کیا ہم نے کبھی ان معاملات پر غور کیا کہ ہم اپنے مسائل کو کس طرح حل کریں گے؟ میں خود حکومت کا حصہ ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ team work نہیں بن پا رہا۔ جب تک ٹیم نہیں ہو گی، ٹیم نہیں بنے گی، ہم آپس میں اتحادی مل کر سنجیدگی کے ساتھ پاکستان کے بنیادی مسائل پر نہیں بیٹھیں گے تو مسائل حل نہیں ہوں گے، بجٹ تو بہت دور کی بات ہے۔ بجٹ میں بھی جو مشاورت ہوئی وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ مشاورت ضرور ہوئی لیکن سنا کچھ نہیں گیا، صرف ایک ٹی وی اور اخبارات کی خبر کے لیے ملاقات ہوئی لیکن ہونا وہی تھا جو FBR نے یا Finance Division کے افسران نے چار مہینے پہلے بجٹ بنا دیا تھا، وہی ایوان میں پیش کر دیا گیا۔

ہم نے بڑی مشکل سے Customs, FBR and Income Tax کے چنگل سے قوم کو چھڑایا تھا اور ایک قانون بنا تھا اور اس کے مطابق ہر آدمی اپنا ٹیکس اس bracket سے ادا کرتا، اس پر check and balance ضرور ہونا چاہیے۔ ہم انہی لوگوں کی باتوں میں آ کر اسی system کو دوبارہ مضبوط کر رہے ہیں تا کہ ان کے کھانچے شروع ہو سکیں، ان کی پیداگیری شروع ہو سکے۔ وہ زیادہ سے زیادہ سخت قانون بنا کر، ان لوگوں پر جو پہلے ہی ٹیکس دے رہے ہیں مزید بوجھ ڈال سکیں۔ یہ مسائل کا حل نہیں ہے۔ مسائل کے حل کے لیے ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہو گا، بنیادی تبدیلیاں لانی ہوں گی اور جو خسارہ ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ ایک ہزار ارب روپے کا خسارہ ہے، ہم اپنے ترقیاتی پروگرام کا بجٹ کم کرتے ہیں۔ دوسری طرف public sector, PIA جہاں پر ہم اربوں روپے ڈبو رہے ہیں۔ ریلوے، اسٹیل ملز، PEPCO, WAPDA یہ بڑے بڑے سفید ہاتھی جو قوم کا خون چوس رہے ہیں اور ہم ان کو اربوں روپے دے رہے ہیں۔ ہم غریبوں کا بجٹ کم کر کے ان میں ڈال رہے ہیں، ان کی

آمدنیاں مزید بڑھا رہے ہیں جبکہ وہ ادارے مسلسل خسارے میں جا رہے ہیں۔ امریکہ جیسے طاقتور اور financially مضبوط ملک نے پچیس سال پہلے اپنی Pan Am Airlines بند کر دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ سرکار airlines چلائے، یہ سرکاری کام نہیں ہے۔ انہوں نے اس کو بند کر دیا اور ہم PIA کو چلائے جا رہے ہیں۔ ہم اس کو کیوں نہیں privatize کر رہے ہیں؟ کیا interest ہے؟ کس کا interest ہے؟ یہ چیز expose ہونی چاہیے۔ ہم کیوں اسٹیل ملز کو privatize نہیں کرتے، ہم کیوں private sector میں نہیں دیتے؟ Habib Bank, UBL, ABL جو پہلے سرکاری تحویل میں تھے یا سرکاری بنک تھے، جب ان کو private sector میں دیا گیا تو جتنی ان کی income نہیں تھی، وہ اس سے زیادہ حکومتِ پاکستان کو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ آج وہ ادارے بن رہے ہیں، آگے بڑھ رہے ہیں اور ترقی کر رہے ہیں تو یہ سرکاری کام ہی نہیں ہے۔ سرکار کا کام policies دینا ہے، قانون سازی کرنا۔ آپ private sector کو آگے لائیں، public private partnership کو آگے بڑھائیں، ان کے ہاتھ میں command دیں گے تو یہ مسائل حل ہوں گے۔

جناب والا! آج کرکٹ کی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ آپ کا کپتان جس کو پوری دنیا مانتی ہے، وہ رو رہا ہے۔ آپ اپنے کسی بھی ادارے میں جائیں، ڈاکٹروں کے پاس جائیں، وہ پریشانی کا شکار ہیں، وکلاء ہیں، ان کی شکایات آپ کے پاس موجود ہیں، جج حضرات مسائل کا شکار ہیں۔ اگر ہر آدمی رو رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری کہیں نہ کہیں بنیادی کمزوریاں موجود ہیں جن کو ہمیں حل کرنا ہے۔ جناب والا! میں اسی وجہ سے اپنا focus جو کر رہا ہوں وہ یہی ہے کہ ہمیں بنیادی issues پر توجہ دینی چاہیے اور بنیادی issues کیا ہیں؟ مثال کے طور پر interest rate ہے، double digit چل رہا ہے، 14% کی borrow ہے اور چند بنک private sector سے لیتے ہیں وہ کوئی سترہ، اٹھارہ فیصد ہے تو کیا وہ کام کرے گا اور کیا وہ ٹیکس ادا کرے گا؟ وہ کس طرح اپنا قرض واپس کرے گا؟ کوئی پالیسی نہیں ہے کیونکہ ان کی income چل رہی ہے، بنک مافیا بن گئی ہے، انہیں بھی پتا ہے کہ ہمیں سرکار interest دے رہی ہے۔ وہ public sector کو کوئی پیسا نہیں دے رہے ہیں۔ انڈیا میں 6% interest rate ہے، بنگلہ دیش میں 6.5% interest rate ہے۔ میں دوبارہ مثال دوں گا کہ Guatemala یا سوڈان میں 16% interest rate ہے اور پاکستان میں 17, 18% interest rate ہے۔ یہ ہماری صورت حال ہے۔ ہم جب تک اپنا interest rate کم نہیں کریں گے تو ہم اپنی معیشت کو سہارا نہیں دے سکتے۔ اس بات کا سہارا دینا کہ banking sector strong ہو رہا ہے اور

وہ صرف سرکار کو پیسے دے رہا ہے۔ بنک ہزاروں ارب روپے سرکار کو قرض دے رہے ہیں، انہیں پتا ہے کہ ضمانت بھی موجود ہے، private sector میں دیں گے، risk بھی ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے تمام پیسا سرکار کو دیا ہوا ہے اور خود مزے سے interest کما رہے ہیں۔ ان کو پچھلے سال بائیس ارب روپے کی income ہوئی ہے۔ جب بنکوں کی یہ صورت حال ہو کہ ایک ایک بنک کو بائیس بائیس ارب روپے کی income ہو گی تو وہ کیوں غریب آدمی کو قرض دیں گے؟ کیوں وہ کسی کو گھر بنانے کے لیے، کسی کو کاروبار کرنے کے لیے، کسی کو کھیتی باڑی کے لیے قرض دیں گے۔ ان سے تو قرض سرکار لے رہی ہے، اس کی guarantee بھی موجود ہے۔ ہمیں یہ policies تبدیل کرنی ہیں۔ اگر ہم یہ بنیادی پالیسی تبدیل نہیں کریں گے اور ہمیں سب سے بڑی جو چیز تبدیل کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہے۔ آپ دہشت گردی کا خاتمہ نہیں کریں گے تو آپ یہاں پر کتنا بھی اچھا بجٹ لے کر آجائیں، کتنے بھی taxes ختم کر دیں، پاکستان کی معیشت بہتر نہیں ہو سکتی کیونکہ پاکستان پر اپنے پاکستانیوں کا اعتماد نہیں رہا۔ وہ اپنا سارا سرمایہ باہر لے کر جا رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنے اثاثے بنگلہ دیش منتقل کر رہا ہے، کتنی industry کراچی سے بنگلہ دیش منتقل ہو گئی ہے کیونکہ آپ کے ہاں power نہیں ہے۔

ہم اپنے آپ کو atomic power کہتے ہیں اور بجلی ہم provide نہیں کر سکتے۔ بارہ روپے، پندرہ روپے فی یونٹ بجلی مل رہی ہے اور آگے سترہ، اٹھارہ روپے فی یونٹ پر بجلی چلی جائے گی، cost of doing بڑھ جائے گی، وہ کس طرح market میں compete کرے گا۔ ان بنیادی مسائل کی طرف توجہ نہیں ہے اور توجہ اس لیے نہیں ہے کہ ہم team کی حیثیت سے بیٹھتے نہیں ہیں۔ ہر آدمی انفرادی طور پر پالیسی دے رہا ہے، اپنے طور پر کام کر رہا ہے، کوئی target fix نہیں ہو رہا ہے، کوئی goal fix نہیں ہو رہا ہے۔ جب تک یہ fix نہیں ہوں گے تو عوام کے مسئلے حل نہیں ہوں گے، پاکستان کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ بہت سے ادارے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا چاہیے، policies discuss کرنی چاہییں۔ ٹھیک ہے ماضی میں بہت سی چیزیں discuss نہیں ہوتی تھیں لیکن اب وقت آگیا ہے، اب پاکستان کی بقاء کا سوال ہے کہ کیا چیزیں صحیح ہیں، کیا غلط ہیں، ان کا فیصلہ کرنا ہو گا، چاہے کسی کو اچھا لگے یا برا لگے۔

ہم پارلیمنٹ کی supremacy کی بات کرتے ہیں، سب جانتے ہیں کہ پارلیمنٹ کتنی supreme ہے؟ پارلیمنٹ کے کیا اختیارات ہیں؟ پارلیمنٹ کیا کر سکتی ہے؟ پارلیمنٹ نے

قراردادیں pass کیں کیا drone attacks ختم ہو گئے؟ ہم کیوں پوری دنیا میں اپنی پارلیمنٹ کی شرمندگی کرواتے ہیں؟ ہمیں پہلے سے یہ briefing دی جاتی، آپ لاکھ قرارداد pass کردو، کوئی drone attacks ختم نہیں ہوں گے تو کم از کم پارلیمنٹ کی عزت تو رہ جاتی، ایسی قرارداد منظور نہ کرتی جس پر عمل ہی نہ ہو سکے۔ ہم عوام کو کیوں دھوکہ دیتے ہیں؟ جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں، وہ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ یہ چیز ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارا house in order نہیں ہے، اگر ہمارے ہاں سعودی عرب کا کوئی دہشت گرد یہاں بیٹھا ہوگا، 9/11 میں جتنے دہشت گردوں کے نام آئے جنہوں نے وہاں حملے کیے، ان میں ایک بھی پاکستانی نہیں تھا، سارے سعودی یا Middle East countries کے لوگ تھے لیکن سعودی عرب میں کوئی problem نہیں ہے۔ وہاں پر کوئی بھی آدمی چھ چھ escort لے کر نہیں چلتا، وہاں پر وزیروں کے ساتھ کوئی security نہیں چلتی، وہاں کسی businessman کے ساتھ کوئی security guards نہیں چل رہے ہیں، وہ آرام سے گھوم رہے ہیں۔ دبئی کے شیخ محمد اکیلے خود گاڑی drive کر کے سڑکوں پر گھوم رہا ہے اور اپنے شہر کو دیکھ رہا ہے۔ ان لوگوں کو ہم نے لے لیا، ان کو سعودی عرب نے نکال دیا تھا جبکہ ہم نے انہیں یہاں لے لیا، انہوں نے شہریت ختم کر دی، ہم نے یہاں پر بٹھا دیا، ہم نے ان کو support کیا۔ یہ پالیسی غلط تھی۔ جس نے غلط بنائی تھی اس کو بھی سزا ملنی چاہیے۔ کس پالیسی کے تحت یہ سارے لوگ پاکستان آگئے۔ جب ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ہماری جنگ نہیں ہے۔ کیوں ہماری جنگ نہیں ہے۔ Face ہم کر رہے ہیں۔ امریکہ کی جنگ ہے وہ اپنی سیکیورٹی کے لئے کر رہا ہے لیکن جو ہمارے شہروں کے اندر ہنگامے ہو رہے ہیں، جو ہماری مساجد پر حملے ہو رہے ہیں، جو ہماری درگاہوں پر حملے ہو رہے ہیں، آج بھی پشاور میں بازار کے اندر حملہ ہوا بے گناہ لوگ شہید ہو گئے۔ تو کون لڑے گا ان سے؟ پالیسیاں ہم نے بنائی ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ حملے میں ہمارے لوگوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہمارے لوگ آکر خود کش حملے کر رہے ہیں۔ ان کی brain washing ایسی کی جاتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ جو ہمارے دوست تھے وہ ہمارے دشمن ہو گئے۔ ہماری پالیسیوں میں کوئی problem ہے۔ ان پالیسیوں کو دیکھنا ہے۔ یہ بجٹ کوئی issue نہیں ہے۔ یہ بجٹ کل پاس ہو جائے گا۔ کیا مسائل حل ہو جائیں گے۔ یہ سارے ٹیکس آپ ختم کر دیں تو کیا مسائل حل ہو جائیں گے۔ نہیں ہوں گے۔ بنیادی چیزیں تبدیل کرنی ہوں گی۔ آپ بنیادی چیزیں بیٹھ کر دیکھیں کہ فاٹا کے کیا مسائل ہیں؟ بلوچستان اور گلگت بلتستان کے کیا مسائل ہیں؟ کراچی کے کیا issues ہیں اور سندھ کے کیا مسائل ہیں؟ پنجاب

discuss کے کیا مسائل ہیں اور South Punjab کی کیا محرومی ہے؟ یہ ساری چیزیں کھلے دل سے discuss کریں۔ اپنے دماغ کو کھول کر، سیاسی مصلحتوں کو ایک طرف رکھ کر اور پاکستان کی بقا کی سوچیں۔ پاکستان کے لئے سوچیں۔ ایک point agenda پر ہم جمع ہو جائیں گے کہ ہم نے پاکستان کو بچانا ہے۔ ورنہ یہی واقعات ہوں گے اور اللہ نہ کرے پاکستان کے اندر جس طرح کی صورتحال پیدا ہو رہی ہے، جس طرح دشمن پاکستان پر نظریں لگا کر بیٹھے ہیں تو ان کی کوشش ہے کہ پاکستان کو توڑ دیں۔ آزادی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بلوچستان میں بعض جگہوں پر پاکستان کا flag نہیں لگایا جا سکتا ہے اور قومی ترانہ بجایا نہیں جا سکتا ہے۔ بے چارے نوجوانوں کی لاشیں مل رہی ہیں۔ ہم سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم سب کی نظریں بجٹ پر لگی ہوئی ہیں۔ بجٹ تو بنتا رہے گا، پاکستان ہوگا تو بجٹ بنے گا۔ پاکستان نہیں ہوگا تو ہم کس بجٹ کی بات کریں گے؟ آج توجہ چاہیے پاکستان کو بچانے کی۔ ٹھیک ہے ہماری آرمڈ فورسز کی غلطیاں ہیں اور کوتاہیاں ہیں، ان کو بھی accept کرنا چاہیے۔ ہمیں ان کو ٹارگٹ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ انہوں نے پاکستان کو بچانا ہے۔ وہ بھی اپنی خامیاں دور کریں اور ہم ان کو مضبوط کریں۔ ان کو بھی چاہیے کہ کھلے دل سے سیاسی قیادت کے مشورے قبول کریں اور ان کی تجاویز کو دیکھیں۔ یہ نہ سوچیں کہ نہیں ہم سیاستدانوں کی بات نہیں سنیں گے۔ ان کو بھی چاہیے کہ وہ مشورے مان لیں۔ ہم سب ایک ٹیم کی حیثیت سے بیٹھ کر پاکستان کو آگے بڑھائیں۔ تو پاکستان آگے بڑھے گا اور پاکستان ترقی کرے گا۔

جناب چیئرمین! ہم taxes کی بات کرتے ہیں۔ ایک آدمی جو کلرک ہے اور اس کی ماہانہ تنخواہ 25 ہزار روپے ہے۔ اس کے لئے آپ کہتے ہیں کہ انکم ٹیکس دو۔ ایک آدمی کروڑوں روپے کی انکم زراعت سے کما رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ٹیکس نہیں دوں گا۔ تم ٹیکس کیوں نہیں دیتے ہیں، تم کیا آسمان سے special اترے ہو؟ ہم سب برابر ہیں۔ جب مذہب کی بات ہوتی ہے، جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے ہم کھڑے ہوتے ہیں تو وہاں پر یہ فرق نہیں ہوتا کہ یہ وڈیرہ ہے، جاگیردار ہے یا چوکیدار ہے بلکہ سب برابر ہوتے ہیں۔ جب اسلام میں سب برابر ہیں تو ہمارے ہاں بھی سب برابر ہیں، انصاف ہونا چاہیے۔ کہیں سے بھی انکم ہو رہی ہے اس کو انکم ٹیکس دینا چاہیے تو لوگ کہیں گے کہ پاکستان کے اندر لوگ قانون کی پاسداری کر رہے ہیں۔ قانون ایک کے لئے کچھ اور اور دوسرے کے لئے کچھ اور ہو۔ یہ ٹیکس صوبے لگائیں گے اور یہ وفاق کرے گا۔ یہ تفریق کیوں ہے؟ آئین میں یہ تفریق کیوں پیدا کی گئی۔ ہم نے خود تفریق پیدا کی ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے interests دیکھے ہیں۔ جب آئین بن

رہا تھا اس وقت لوگوں نے اپنے interests دیکھے اور اس حساب سے قانون سازی کی۔ آج وقت آ گیا ہے کہ سب کے لئے برابر قانون سازی کریں۔ پاکستان میں تفریق ختم ہونی چاہیے۔ پاکستان میں میرٹ ہونا چاہیے۔ ہر قسم کا کوٹا abolish ہونا چاہیے۔ میرٹ پر لوگوں کی بھرتیاں ہوں چاہے ایک جگہ سے لوگ بھرتی ہو جائیں تاکہ ہم ایک قوم بن سکیں۔ ہم ریمنڈ ڈیوس کے اوپر روتے ہیں کہ امریکہ اس کو لے گیا۔ وہ ایک قوم ہے۔ وہ اپنے بندے کو لے گئے۔ آپ سوچیں کہ آپ کے اندر کیا کمزوری ہے۔ آپ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کو گالیاں دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ آپ اپنی کمزوریاں دیکھیں کہ ہم ایک قوم کیوں نہیں بن پا رہے ہیں۔ ہم اس لئے ایک قوم نہیں بن پا رہے ہیں کہ ہم ایک پاکستانی بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم مسائل کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہم نوکریوں کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہم ہر قسم کی چیزوں کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے کہ جس میں آئین کے اندر پاکستانی قوم کو کوٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہے۔ ہر جگہ سب کو برابر treat کیا جاتا ہے۔ ایک طرف ہم مسلمان ہونے کی بات کرتے ہیں کہ ہم سب برابر ہیں، دوسری طرف ہم کوٹوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تو پھر یہی حشر ہوگا جو اداروں کا ہو رہا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس result آئیں گے۔ آپ دیکھیں کہ دنیا میں میرٹ ہے۔ عدلیہ میں میرٹ ہے۔ آرمی میں میرٹ ہے اس لئے آپ کی آرمی اچھی بنی ہوئی ہے۔ آپ میرٹ پر تعلیم دیں۔ LUMS کے اندر دیکھ لیں کوئی call نہیں کر سکتا کیونکہ وہ میرٹ پر داخلے دیتے ہیں۔ لوگوں کو بھی پتا ہے کہ جب ہم call کریں گے تو داخلہ نہیں ملے گا۔ آغا خان یونیورسٹی میں ایک بچہ ابھی MBBS پاس نہیں کرتا تو پوری دنیا سے ان کو نوکریاں مل جاتی ہیں کیونکہ وہ میرٹ پر داخلہ دیتے ہیں۔ وہ کسی کی call نہیں لیتے۔ صدر، وزیراعظم، گورنر، وزیر، MNA یا MPA ہو وہ نہیں مانتے۔ کہتے ہیں کہ ٹیسٹ دو اور میرٹ پر پاس کرو۔ جب تک ہم اس ملک میں میرٹ نافذ نہیں کریں گے تو اس ملک میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ میرٹ ہوگا تو آپ کے پاس اچھی بیوروکریسی آئے گی، اچھے لوگ آئیں گے اور اچھے بجٹ بنیں گے۔ پھر ہم پاکستان کے اندر ان مسائل میں نہیں گھرے ہوئے ہوں گے جو آج ہم گھرے ہوئے ہیں۔ ہم کس issue میں پڑے ہوئے ہیں؟ ہمارے issues کیا ہیں؟ ہماری ترجیحات کیا ہیں؟ ترجیحات آپ کے سامنے ہیں۔ آج بجٹ ہے لیکن ہمارے ہاں اس وقت سینیٹ میں problems کچھ اور ہیں۔ ہم بجٹ کو focus نہیں کر پا رہے ہیں۔ ہم پاکستان کو مشورے دیں، پاکستان کی معیشت کو بہتر کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھیں۔ ہم خود تقسیم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلے حل نہیں ہو سکتے ہیں۔ چیئرمین

صاحب! بڑا افسوس ہوتا ہے۔ ہم ان گور کھ دھندوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔ یہ مسائل کا حل نہیں ہے۔ مسائل کا حل یہ ہے کہ بنیادی تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ خامیاں دور کرنی ہوں گی۔ کسی بھی ادارے میں اگر کوئی خامی ہو تو اس کو دور کرنا ہوگا۔ غلطیوں کا اعتراف کرنا ہوگا۔ سچ بولنا ہوگا تب جا کر ہم زندہ قوم بنیں گے۔ جب ایک قوم بن جائیں گے تو پھر ہم دنیا کے ساتھ ٹکر لے سکتے ہیں۔ ورنہ صرف نعرے لگانا بے کار ہیں۔ ہم دھرنے کی بات کرتے ہیں۔ اب دھرنے میں کیا ہوا ہے؟ آپ نیٹو کی سپلائی روک رہے ہیں۔ اب جو دھرنا ہوا تبت سینٹر میں کوئی ٹرک وہاں سے نہیں جاتا۔ کوئی ٹرک وہاں سے نہیں گزرتا ہے۔ کوئی ایک ٹرک وہاں پر نہیں رکا۔ ایک دھرنا کراچی میں ہوا۔ کونسا ٹریفک رک گیا۔ سوائے اس کے کہ علاقائی لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ اس علاقے کے بازار چند دن بند رہے۔ یا تو آپ واقعی روکتے یا خالی آپ نعرے نہ لگائیں۔

میں کہتا ہوں کہ اب مسائل کو حل ہونا چاہیے۔ مسائل کا حل سنجیدگی کے ساتھ بیٹھنے سے ہوگا۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنے سے ہوگا۔ ایک دوسرے کی باتیں سننے اور مسائل سننے سے ہوگا۔ تب جا کر ہم ایک مسئلے کا حل نکالیں گے۔ الطاف بھائی کئی مرتبہ مشورہ دے چکے ہیں کہ ہمیں پاکستان بچانے کے لئے گول میز کانفرنس بلانی ہے۔ تمام political parties اس میں بیٹھیں۔ گورنمنٹ کو اس میں lead لینی چاہیے۔ جو بڑی پارٹیاں ہیں وہ بلائیں اور بولیں۔ ہمارے ادارے بھی سارے بیٹھے ہیں کہ پاکستان اس وقت ان مسائل کا شکار ہے اور ان مسائل سے ہم کیسے نکلیں گے۔ ہم اپنے اداروں کو کیسے مضبوط کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی Intelligence Agencies کو کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟ ہم ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ ان اداروں کو چاہیے کہ وہ سن لیں کہ ان کے لئے کیا بہتر مشورے ہیں۔ اس کے لئے ایک سسٹم ہونا چاہیے۔ ہر ایک کے لئے check and balance ہونا چاہیے تب جا کر یہ مسائل حل ہوں گے۔ ہم ایک دوسرے کے point scoring کرنے میں لگے رہیں گے تو کبھی بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔

آج پاکستان کے تعلقات دنیا کے تمام ممالک سے اچھے نہیں ہیں۔ ہمارے جو اسلامی ممالک ہیں، کبھی کسی ملک نے out of way مدد کی۔ سعودی عرب سے Oil کی بات کریں۔ تو کہتے ہیں کہ آپ پہلے advance رکھ دیں۔ ہم ان کے لئے جانیں دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ آپ وہاں پر jobs کے لئے جائیں۔ وہاں پر آپ لوگوں کو jobs نہیں مل رہی ہیں۔ آپ کے پڑوسی ممالک ہیں افغانستان اور ایران وہ بھی آپ سے ناراض ہیں۔ چائنا کے ساتھ دوستی ہے لیکن چین نے کبھی out of way جا کر

بات کی ہے؟ میں نے ایک بیان اخبار میں پڑھا کہ حکومت چین نے کہا ہے کہ گوادر کا انتظام ہمارے حوالے کردو۔ میں منسٹر ہوں، مجھے نہیں پتا۔ میں نے بھی اخبار میں پڑھا لیکن دوسرے دن چین کے سفیر نے خود تردید کر دی کہ ہم نے کوئی انتظام نہیں مانگا۔ ہم یہ کس قسم کے بیانات دیتے ہیں؟ ہم کیا سوچ کر یہ کام کرتے ہیں۔ آپ میرٹ لائیں۔ آپ کوئی بھی چیز چلا رہے ہیں یا کوئی بھی ادارہ لا رہے ہیں تو ہم یہ سوچ لیتے ہیں کہ فلاں problems ہوں گی تو چین مدد کے لئے آجائے گا، سعودی عرب یا ایران مدد کے لئے آجائے گا۔ ہم کیوں یہ نہیں سوچتے کہ ہم اپنی مدد آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ ہم اپنے پاؤں پر کیوں کھڑے نہیں ہوسکتے؟ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے تو لوگ ہماری مدد کریں گے۔ ہم پھر رہے ہوں گے تو لوگ ہم سے دور بھاگیں گے۔ آج لوگ پاکستان سے تعلق رکھ کر ڈرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ پاکستان کی چھاپ نہ آجائے۔ پاکستانی جب کسی جہاز سے کسی بھی ائرپورٹ پر اترتا ہے تو اس کو پہلے ایک سائیڈ پر کر دیتے ہیں اور اس کی خوب تلاشی لیتے ہیں۔ یہ ہمارا image بنتا جا رہا ہے، اس image کو ہم نے ختم کرنا ہے اور اس image کو ہم نے بہتر بنانا ہے۔ اس کے لئے سب کو کردار ادا کرنا ہوگا۔ میڈیا کا بھی ایک ذمہ دارانہ کردار ہوگا۔ ابھی دبئی کے اندر بھی قتل ہوتے ہیں لیکن کبھی میڈیا پر نہیں آتا۔ کہیں خبر نہیں آتی کہ کوئی قتل ہو گیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم highlight کریں گے تو جو لوگ ہماری investment لے کر آرہے ہیں وہ لے کر نہیں آئیں گے۔ وہ اپنی چیزیں اس طرح highlight کرتے ہیں کہ جیسے وہاں پر جنت ہے۔ آپ انڈین فلمیں دیکھیں تو ایسا لگے گا کہ پوری دنیا کا سب سے زیادہ سیکولر ترقی یافتہ ملک انڈیا ہے۔ جب کوئی وہاں پر جائے تو position دوسری ہوتی ہے۔

اسی طرح میڈیا کے جو مسائل ہیں ہمیں چاہیے کہ ان کے ساتھ بھی تصادم نہ کریں۔ ان کو بھی support کریں اور ان کو بھی لے کر بیٹھیں۔ سب کو on board لیں تاکہ ہم سب مل کر ایک پالیسی بنائیں کہ یہ پاکستان کے لئے ہم نے کام کرنا ہے، یہ آپ نے کام کرنا ہے۔ تب جا کر ہم ایک مضبوط اور خوشحال پاکستان اس خطہ ارض پر پیش کر سکیں گے، ورنہ ہم مسائل کا شکار رہیں گے۔ کل جو واقعہ ہوا کراچی میں، ایک نجی چینل کے صحافی کا ایک بھائی تھا، اگر اس پر کوئی الزام تھا تو آپ تو اس کو پکڑ چکے تھے، footage موجود ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آپ کا میڈیا اتنا advance ہے کہ وہ ایسی چیزیں catch کر لیتا ہے اور عوام کو دکھا دیتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے 1994 میں کتنے نوجوانوں کو اس طرح شہید کیا جا چکا ہے۔ کھلے عام گولیاں ماری جاتی تھیں لیکن آج اس نوجوان کو جیسے ہی مارا پورے

پاکستان نے اس کو ٹی وی پر دیکھا اور آج سب لوگ سراپا احتجاج ہیں کیونکہ وہ لوگ expose ہو گئے ہیں۔ انہوں نے توپہلے ہی بیان دے دیا تھا، جب تک میڈیا پر یہ نہیں چلا تھا تو اس وقت یہ بیان آگیا تھا کہ وہ ڈکیتی کر رہے تھے اور مقابلے میں مارے گئے ہیں۔ لہٰذا ہر آدمی نے سوچا ہو گا کہ واقعی ڈاکو ہوں گے اور اچھا ہوا کہ ایک ڈاکو کم ہو گیا لیکن جب footage دیکھی تو اس میں پتا چلا کہ وہ تو معافی مانگ رہا تھا، وہ ہاتھ جوڑ رہا تھا کہ مجھے معاف کردو۔ اس کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتے، اس پر کیس کر دیتے، ثابت کرتے کہ اس نے کوئی غلط کام کیا ہے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ وہیں پر ڈز، ڈز، ڈز کر کے گولیاں مار دیں۔ یہ لائسنس کس نے دیا؟ اس لیے کیونکہ خروٹ آباد کے واقعے پر کوئی action نہیں ہوا۔ اگر وہ action ہو جاتا تو آج یہ واقعہ نہیں ہوتا۔

آج بھی ہم سوچیں کہ آج جو کچھ صوبہ پختونخوا میں ہو رہا ہے، روزانہ وہاں پر ہمارے پختون بھائی شہید ہو رہے ہیں۔ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ بیانات بہت آتے ہیں لیکن عملی طور پر کیا ہوا۔ کچھ نہیں ہوا۔ سب بیانات کی حد تک رہتا ہے۔ پھر وکی لیکس سے پتا چلتا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اخبار میں پڑھو تو کچھ اور ہوتا، وکی لیکس پر دیکھیں تو کچھ اور آرہا ہوتا ہے۔ اگر یہی standard رہے گا، یہ منافقت رہے گی تو پاکستان میں ہم ان بجٹوں پر بحث کرتے رہیں گے اور پاکستان کسی اور طرف نکل جائے گا۔ خدا کے لیے میری تمام پاکستانی بھائیوں سے، جو یہاں سینیٹ کے ارکان ہیں، جو میرے ساتھی ہیں ، ان سے درخواست ہے کہ ہم سب مل کر پاکستان کو بچائیں، پاکستان کے لیے سوچیں، پاکستان کو مضبوط کریں اور پاکستان کے بنیادی مسائل حل کریں۔ چاہے وہ Opposition ہو، چاہے حکومت ہو، سب مل کر بیٹھیں کیونکہ دونوں ذمہ دار ہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ Opposition بچ جائے گی، وہ بھی اتنی ہی ذمہ دار ہوتی ہے جتنی کہ سرکار ہوتی ہے کیونکہ وہ آپ پر countercheck رکھ رہی ہوتی ہے۔ اس کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ حکومت کو line and length میں رکھے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم پاکستان کے بنیادی مسائل کو حل کریں۔ میں اس پر دوبارہ زور دوں گا کہ ہمیں اپنے بنیادی مسائل حل کرنے ہوں گے۔ ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے، اس میں تمام stakeholders موجود ہوں اور صرف one point agenda ہو کہ پاکستان کو بچانا ہے۔ اپنے تمام نظریات ایک طرف رکھ کر، اپنے تمام اختلافات ایک طرف رکھ کر، اپنی تمام رنجشیں، بغض ایک طرف رکھ کر پاکستان کو بچانا ہے۔ پاکستان ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہزار بجٹ پیش ہوں گے اور سب کچھ

مضبوط ہو گا۔ ایک اور بات کہوں گا کہ پاکستان میں حق پرست لوگ ہیں، پاکستانی حق پر بات کرنے والے لوگ ہیں۔ آپ بھی سب مل کر حق کی آواز اٹھائیں کیونکہ

ٹوٹے جو تارا تو زمیں پر نہیں گرتا   حالات کے قدموں میں کبھی حق پرست نہیں گرتا
گرتے ہیں بڑے شوق سے سمندر میں دریا   لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

پاکستان پائندہ باد۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ میرے خیال میں اب کل کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! کل آپ پہلے speaker ہوں گے۔

The House stands adjourned to meet again on Friday, the 10th June, 2011 at 10:00 a.m. Thank you.

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the10th June, 2011, at 10:00 a.m.]